کیا مجھے یقین ہے کہ مَیں نجات یافتہ ہوں؟

اہم سوالات

آر۔ سی۔ سپرول

کیا مجھے یقین ہے کہ مَیں نجات یافتہ ہوں؟

اہم سوالات

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول

UCRT
URDU CENTER FOR
REFORMED THEOLOGY
اُردُو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی

جُملہ حقوق بحق ناشرین محفوظ ہیں

Originally published in English under the title:
Can I Be Sure I'm Saved?
© 2010 by R.C. Sproul

Published by Ligonier Ministries
421 Ligonier Court, Sanford, FL 32771, U.S.A.
Ligonier.org
Translated by permission. All rights reserved.

نام کتاب: کیا مجھے یقین ہے کہ مَیں نجات یافتہ ہوں؟

مصنف: آر۔ سی۔ سپرول

مترجم: روبن جون

نظرِ ثانی: ڈاکٹر ایلیاہ میسیؔ

اِشاعت: ۲۰۲۶ء

ناشرین: اُردُو سنٹر فار رِیفارمڈ تھیولوجی www.ucrt.org

اِس کتاب کا ترجمہ اور اِشاعت "لیگنئیر منسٹریز" (Ligonier Ministries) اَمریکہ کی اِجازت سے کیا گیا ہے۔ آپ اِس کتاب کو ہماری ویب سائٹ اُردُو سنٹر فار رِیفارمڈ تھیولوجی www.ucrt.org سے مفت حاصل کر سکتے ہیں، مگر یہ کتاب فروخت کے لئے نہیں۔

فہرستِ مضامین

۱۔ نجات کے یقین کی کشمکش..........۱

۲۔ چار قسم کے لوگ..........۸

۳۔ نجات کا جھوٹا یقین..........۱۷

۴۔ سچا یقین حاصل کرنا..........۲۵

۵۔ کامل یقین کا سر چشمہ..........۳۴

پہلا باب

نجات کے یقین کی کشمکش

نئے عہد نامے میں ایک حوالہ موجود ہے جسے مَیں بائبل کے نہایت خوفناک مقامات میں سے ایک سمجھتا ہوں۔ یہ یسوع مسیح کے لبوں سے پہاڑی وعظ کے اِختتام پر صادِر ہوا۔

ہم عموماً پہاڑی وعظ کو اپنے خداوند کی ایک مثبت منادی کے طور پر سمجھتے ہیں۔ بہر حال، یہی وہ مقام ہے جہاں اُس نے مبارک بادیوں کے کلمات عطا کئے: "مُبارک ہیں وہ جو دِل کے غریب ہیں۔۔۔ مُبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں۔ مُبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں" (متی ۵:۳-۱۲)۔

پہاڑی وعظ کے باعث لوگوں نے یسوع مسیح کو ایک ایسے منادی کرنے والے کے طور پر جان لیا جو منفی کے بجائے مثبت پہلوؤں کو اُجاگر کرتا ہے۔ لیکن ہم اکثر اُس وعظ کے نقطۂ عروج کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جہاں یسوع مسیح یوں فرماتا ہے: "جو مجھ سے اَے خُداوند! اَے خُداوند! کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخِل نہ ہو گا مگر وُہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ اُس دِن بہُتیرے مجھ سے کہیں گے اَے خُداوند! اَے خُداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبُوّت نہیں کی اور تیرے نام سے بدرُوحوں کو نہیں نِکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دِکھائے؟ اُس وقت مَیں اُن سے صاف کہہ دُوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی اَے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ" (متی ۷:۲۱-۲۳)۔

یہاں یسوع مسیح ہمیں آخری عدالت کی ایک جھلک دِکھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ لوگ اُس کے پاس آئیں گے اور اُسے "خداوند" کے لقب سے مخاطب کریں گے۔ وہ یسوع مسیح سے کہیں گے: "ہم نے تیرے سے نام سے بہت سے معجزے دِکھائے ہیں، ہم نے تیری خدمت کی، ہم نے تیرے نام میں منادی کی، ہم نے بدرُوحوں کو نکالا، ہم نے یہ سب کام اَنجام دیے"۔ یسوع مسیح فرماتا ہے: "اُس وقت مَیں اُن سے صاف کہہ دُوں گا کہ میری کبھی تُم سے واقفیت نہ تھی۔ اَے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ"۔ وہ محض یہ نہیں کہے گا کہ "یہاں سے چلے جاؤ" بلکہ یہ بھی کہ "میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی"۔ اَے شریعت کی حکم عدولی کرنے والو۔

اِس ہولناک تنبیہ میں خاص بات یہ ہے کہ وہ اِبتدا میں یوں کہتا ہے: "جو مجھ سے اَے خُداوند! اَے خُداوند! کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخِل نہ ہو گا"۔ پھر وہ اِسی بات کو دُہراتے ہوئے بیان کرتا ہے: "اُس دِن بہُیرے مُجھ سے کہیں گے اَے خُداوند! اَے خُداوند!"۔

"اَے خداوند! اَے خداوند!"

کتابِ مقدّس میں پندرہ مقامات ایسے پائے جاتے ہیں جہاں کسی شخص کو اُس کے نام کو دُہرا کر مخاطب کیا گیا ہے: اُن میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

• کوہِ موریاہ پر اَبرہام اپنے بیٹے اِضحاق کے سینے میں چھری اُتارنے کے لئے تیار تھا اور عین آخری لمحے میں خدا نے مداخلت کی اور خداوند کے فرشتہ کے وسیلہ سے اُس سے کہا: "اَے اَبرؔہام اَے اَبرؔہام!۔۔۔ تُو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا" (پیدایش ۲۲:۱۱-۱۲)۔

• یعقوب مصر جانے سے ڈر رہا تھا اور خدا اُسے یقین دِلانے کے لئے آیا اور اُس سے یوں کہا: "یعقوب، یعقوب" (پیدایش ۴۶: ۲)۔

• خدا نے کوہِ حورب پر جلتی ہوئی جھاڑی میں سے موسیٰ سے کلام کیا اور کہا: "موسیٰ، موسیٰ" (خروج ۳: ۴)۔

• خدا نے آدھی رات کے وقت چھوٹے لڑکے سموئیل سے کلام کیا اور کہا: "سموئیل، سموئیل" (۱۔ سموئیل ۳: ۱۰)۔

• یسوع مسیح نے بیت عنیاہ میں مرتھا کو تنبیہ کرتے ہوئے اُس سے کہا: "مرتھا، مرتھا" (لوقا ۱۰: ۴۱)۔

• یسوع مسیح نے یروشلیم شہر پر اَفسوس کرتے ہوئے پکار کر کہا: "اَے یروشلیم! اَے یروشلیم! تُو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے اُن کو سنگسار کرتی ہے کِتنی ہی بار مَیں نے چاہا کہ جِس طرح مرغی اپنے بچّوں کو پرّوں تلے جمع کرتی ہے اُسی طرح مَیں بھی تیرے بچّوں کو جمع کر لُوں مگر تُم نے نہ چاہا!" (لوقا ۱۳: ۳۴)۔

• پطرس نے کہا کہ وہ ہر طرح کے حالات میں مضبوط رہے گا اور یسوع مسیح نے اُس سے کہا: "شمعُون! شمعُون! دیکھ شیطان نے تُم لوگوں کو مانگ لِیا تا کہ گیہوں کی طرح پھٹکے" (لوقا ۲۲: ۳۱)۔

• یسوع مسیح نے دمشق کی راہ پر ساؤل کا سامنا کیا اور کہا: "اَے ساؤل، اَے ساؤل تُو مجھے کیُوں ستاتا ہے؟" (اَعمال ۹: ۴)۔

• شاید بائبل مقدّس میں اِس تکرار کی سب سے گہری مثال یسوع مسیح کے اُن اَلفاظ میں ملتی ہے جو اُس نے صلیب پر کہے: "اَے میرے خدا! اَے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" (متی ۲۷:۴۶)۔

یہ غیر معمولی نحوی ساخت عبرانی زبان میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ جب کوئی شخص مخاطب کئے جانے والے کا نام دُہرا کر پکارتا ہے تو یہ اُس شخص کے ساتھ گہرے اور ذاتی تعلق کو ظاہر کرتا ہے جس سے وہ کلام کر رہا ہوتا ہے۔

پس یسوع مسیح یہاں پہاڑی وعظ میں کہتا ہے کہ آخری دِن لوگ اُس کے پاس آ کر صرف یہ نہیں کہیں گے: "اَے خداوند! ہم تیرے ہیں، ہم تیرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں" بلکہ وہ اُسے نہایت ذاتی قربت کے انداز میں مخاطب کریں گے۔ وہ کہیں گے: "اَے خداوند! اَے خداوند!" گویا وہ اُسے گہرے اور ذاتی طور پر جانتے ہوں۔ لیکن اِس قریبی تعلق کے گمان کے باوجود یسوع مسیح اُن سے کہے گا: "میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی، اَے شریعت کی حکم عدولی کرنے والو"۔

یسوع مسیح یہ کہتا ہے کہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو مسیحی کہتے ہیں، مسیح کا نام لیتے ہیں، اور اُس کے سب سے بڑے لقب "خداوند" سے پکارتے ہیں، لیکن حقیقت میں وہ خدا کی بادشاہی میں ہرگز شامل نہیں ہوتے۔ اُن کا اُس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور وہ آخری عدالت میں قائم نہ رہ سکیں گے۔ اِس بات کا خوفناک پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ کلیسیا سے الگ تھلگ یا دُور رہنے والے نہیں ہوتے، بلکہ وہ کلیسیائی زِندگی میں گہرے طور پر شامل ہوتے ہیں۔ خدمت میں سرگرم

رہتے ہیں اور اِقرار کرنے والے مسیحیوں کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن یسوع مسیح اُنہیں نہیں جانتا اور وہ اُنہیں اپنی حضوری سے دُور کر دے گا۔

مَیں اِس کتابچہ کے آغاز میں اِس بات کو اِس لئے پیش کر رہا ہوں کہ جب ہم مسیحی ہونے کی حیثیت سے اِیمان کا اِقرار کرتے ہیں تو ہمیں اپنے آپ سے ایک سوال کرنا چاہئے: ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ ہم اُن لوگوں کے گروہ میں شامل نہ ہوں گے جو آخری عدالت کے دِن بادشاہی میں داخل ہونے کی اُمید کے ساتھ آئیں گے اور یسوع مسیح کو قریبی تعلق کے انداز میں مخاطب کریں گے، مگر آخر کار ردّ کر دیئے جائیں گے؟ ہم کیسے یقین کریں کہ یہ اِعتماد رکھیں کہ ہم فضل کی حالت میں ہیں کہیں غلط تو نہیں؟ ہم یہ کیسے جان سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیا؟ اور ہم کیسے یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نجات پا چکے ہیں؟

ایک متنازع تعلیم

صدیوں سے نجات کے یقین کا سوال کلیسیا میں بحث و اِختلاف کا سبب بنتا رہا ہے۔ بہت سی کلیسیائیں یہاں تک سوال اُٹھاتی رہی ہیں کہ کیا یقین کا حاصل ہونا ممکن بھی ہے یا نہیں۔

مثال کے طور پر سولہویں صدی میں منعقد ہونے والی ”ٹرینٹ کی مجلس“ (Council of Trent) میں رومن کیتھولک کلیسیا نے اِس بات کی تردِید کی کہ کسی شخص کے لئے نجات کا یقین حاصل کرنا ممکن ہے، سوائے غیر معمولی حالات کے۔ رومن کیتھولک کلیسیا نے مزید یہ تعلیم دی کہ اِس زِندگی میں صرف وہی لوگ اپنی نجات کے یقین تک پہنچ سکتے ہیں جو اعلیٰ درجے کے مقدّسین ہوں اور جنہیں خدا اپنی حضوری میں اُن کی حالت کے بارے میں خاص مکاشفہ عطا کرے۔ تاہم کلیسیا کا عام رُکن نجات کے یقین کی توقع نہیں کر سکتا۔

رومن کیتھولک کلیسیا کا دعویٰ ہے کہ زیادہ تر "یقین" آخر کار قیاس، رائے اور اُن خیالات پر مبنی ہوتے ہیں جو اُن لوگوں کے دِلوں سے اُبھرتے ہیں جنہیں بائبل مقدّس دھوکا دِہی کا منبع قرار دیتی ہے۔ کتابِ مقدّس ہمیں بتاتی ہے کہ "دِل سب چیزوں سے زیادہ لاعلاج اور حیلہ باز ہے"(یرمیاہ ۱۷:۹)۔ اِس لئے رومن کیتھولک کے مطابق ہمارے لئے یہ آسان ہے کہ ہم اپنے آپ کو دھوکا دیں اور اپنی جان کی حالت کے بارے میں اپنے اِعتماد کو محض رائے پر قائم کر لیں۔ نتیجتاً کسی خاص اِلٰہی مکاشفہ کے بغیر نجات کا یقین ممکن نہیں۔

یہ صرف رومن کیتھولک کلیسیا ہی نہیں جو نجات کے یقین کی تعلیم کی تردِید کرتی ہے۔ بعض پروٹسٹنٹ بھی یہ مانتے ہیں کہ کوئی شخص آج کے لئے نجات کا یقین رکھ سکتا ہے مگر کل کے لئے نہیں، کیوں کہ وہ اِس اِمکان کو قبول کرتے ہیں کہ جو لوگ کسی وقت اِیمان رکھتے ہیں وہ بعد میں اِیمان سے پھر بھی سکتے ہیں اور اپنی نجات کھو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تارِیخی طور پر نجات کے یقین کی تعلیم کو اِیمان داروں کی اِستقامت کی تعلیم کے ساتھ قریب سے وابستہ رکھا گیا ہے۔ پس جہاں رومن کیتھولک کلیسیا یہ کہتی ہے کہ ہمیں سِرے سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا، وہاں بعض پروٹسٹنٹ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ مُدت تک یقین ہو سکتا ہے، لیکن ہم اپنی آخری حالت کے بارے میں جان نہیں سکتے کہ وہ کیا ہو گی۔

پھر یہ اِصلاحی عِلمِ اِلٰہی ہے، جو میرا اپنا اِلٰہیاتی مؤقف ہے، جو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم نہ صرف آج یہ جان سکتے ہیں کہ ہم فضل کی حالت میں ہیں، بلکہ ہم پورا یقین رکھ سکتے ہیں کہ اپنی موت کے وقت بھی ہم فضل کی حالت میں ہوں گے۔

بیج بونے والے کی تمثیل

یسوع مسیح اپنی بیج بونے والے کی تمثیل میں اِس سوال پر روشنی ڈالتا ہے کہ کون حقیقت میں نجات یافتہ ہے اور کون نہیں:

"اُسی روز یِسُوع گھر سے نِکل کر جھیل کے کِنارے جا بیٹھا۔ اور اُس کے پاس اَیسی بڑی بِھیڑ جمع ہو گئی کہ وہ کشتی پر چڑھ بیٹھا اور ساری بِھیڑ کِنارے پر کھڑی رہی۔ اور اُس نے اُن سے بہُت سی باتیں تمثیلوں میں کہیں کہ دیکھو ایک بونے والا بیج بونے نِکلا۔ اور بوتے وقت کُچھ دانے راہ کے کِنارے گِرے اور پرِندوں نے آ کر اُنہیں چُگ لِیا۔ اور کُچھ پتّھریلی زمِین پر گِرے جہاں اُن کو بہُت مٹّی نہ مِلی اور گہری مٹّی نہ مِلنے کے سبب سے جلد اُگ آئے۔ اور جب سُورج نِکلا تو جل گئے اور جڑ نہ ہونے کے سبب سے سُوکھ گئے۔ اور کُچھ جھاڑِیوں میں گِرے اور جھاڑِیوں نے بڑھ کر اُن کو دبا لِیا۔ اور کُچھ اچھّی زمِین میں گِرے اور پھَل لائے۔ کُچھ سَو گُنا کُچھ ساٹھ گُنا کُچھ تِیس گُنا۔ جِس کے کان ہوں وہ سُن لے" (متی ۱۳:۱-۹)۔

اِس مشہور تمثیل کے پس منظر کو سمجھنا اِنتہائی ضروری ہے۔ اِس سے ذرا پہلے کسی نے یسوع مسیح سے کہا: "دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائِی باہِر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں" (متی ۱۲:۴۷)۔ پھر اُس نے اپنے شاگردوں کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا: "دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔ کیوں کہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وُہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے" (آیت ۴۹-۵۰)۔ یسوع مسیح کہتا ہے کہ اُس کا حقیقی بھائی وہ ہے جو باپ کی مرضی پوری کرتا ہے، نہ کہ وہ جو محض اُس کی پیروی کرنے کا فیصلہ کرے۔

ہمیں ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہوداہ کو شاگرد بننے پر کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ یہوداہ نے خود یسوع مسیح کی پیروی کرنے کا اِنتخاب کیا: اُس نے اپنی مرضی سے یسوع مسیح کے مکتب میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا اور وہ ہمارے خداوند کے ساتھ اُس کی زمینی خدمت کے دوران تین برس تک رہا۔ پھر بھی ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ اِبلیس تھا (یوحنا ۶:۷۰)۔ یہ ایسا نہیں تھا کہ یہوداہ حقیقت میں تبدیل ہو گیا تھا اور پھر فضل کی حالت سے گر کر نجات سے محروم ہو گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یسوع مسیح کے قریب رہنے کے باوجود کبھی تبدیل شُدہ اِنسان نہ تھا۔ یہ بات ہمیں اپنی رُوح کی حالت پر غور کرتے وقت ایک سنجیدہ توقف پر آمادہ کرتی ہے۔

کچھ دیر بعد متی کی اِنجیل میں یسوع مسیح اپنی بیج بونے والے کی تمثیل کی وضاحت کرتا ہے۔ اناجیل کے اُن مقامات میں ایک یہ اہم موقع ہے جہاں ہمیں ایک تمثیل کی وضاحت دی گئی ہے۔ یہ توضیح نہایت مددگار ہے، کیوں کہ یہ تمثیل عام تمثیلی تعلیم سے مختلف ہے۔ اکثر تمثیلوں کا صرف ایک مرکزی نکتہ ہوتا ہے۔ اِس لئے تمثیلوں کو علامتی حکایت بنا دینا عموماً خطرناک ہوتا ہے، کیوں کہ اُس صورت میں کہانی کے مختلف حِصوں میں جُدا جُدا علامتی معانی تلاش کئے جانے لگتے ہیں۔ لیکن بیج بونے والے کی تمثیل کسی حد تک علامتی حکایت کے قریب پہنچ جاتی ہے، کیوں کہ یسوع مسیح اِس میں اِطلاق کے کئی نکات بیان کرتا ہے۔

یسوع مسیح اپنی وضاحت کا آغاز یوں کرتا ہے: "پَس بونے والے کی تمثیل سُنو۔ جب کوئی بادشاہی کا کلام سُنتا ہے اور سمجھتا نہیں تو جو اُس کے دِل میں بویا گیا تھا اُسے وہ شریر آ کر چھین لے جاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو راہ کے کِنارے بویا گیا تھا" (متی ۱۳:۱۸-۱۹)۔ پہلا گروہ جس کا وہ ذِکر کرتا ہے اُس بیج سے ظاہر کیا گیا ہے جو راہ کے کنارے گرا۔ قدیم زمانے میں بوائی کے وقت کسان

پہلے بیج بوتا تھا اور اُس کے بعد زمین کو جوتتا تھا۔ لیکن جو بیج سڑک یا پگڈنڈی پر گرتا تھا وہ زمین میں دبایا نہیں جاتا تھا۔ وہ سخت زمین پر یونہی پڑا رہتا تھا، اُس میں جڑ پکڑنے کی کوئی صورت نہ ہوتی تھی اور پرندے اُسے چُگ لیا کرتے تھے۔ یسوع مسیح پرندوں کو شیطان سے تشبیہ دیتا ہے۔ بہت سے لوگ اِس بیج کی مانند ہوتے ہیں۔ وہ خوش خبری کی منادی سُنتے ہیں، مگر اُس کا اُن پر کوئی اَثر نہیں ہوتا۔ وہ اُن کی زِندگی میں جڑ نہیں پکڑتی۔

یسوع مسیح مزید بیان کرتا ہے: "اور جو پتھریلی زمین میں بویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سُنتا ہے اور اُسے فی الفور خُوشی سے قبُول کر لیتا ہے۔ لیکن اپنے اَندر جڑ نہیں رکھتا بلکہ چند روزہ ہے اور جب کلام کے سبب سے مصیبت یا ظُلم برپا ہوتا ہے تو فی الفور ٹھوکر کھاتا ہے" (آیت ۲۰-۲۱)۔

اگر آپ کسی بشارتی اِجتماع میں جائیں یا ٹیلی ویژن پر ایسا کوئی اِجتماع دیکھیں تو ممکن ہے آپ بڑی بھیڑ کو خوش خبری کی بلاہٹ کے جواب میں کلیسیا کے سامنے جمع ہوتے ہوئے دیکھیں۔ درحقیقت مَیں نے ایک مرتبہ ایک بہت بڑی بین الاقوامی بشارتی مہم کے بارے میں ایک رپورٹ پڑھی جس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ لاکھوں لوگوں نے مسیح کی پیروی کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب مَیں نے اُسے پڑھا تو میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اِن میں سے کتنے فیصلے حقیقی تبدّل تھے اور کتنے محض ظاہری۔ لوگ اِن اِجتماعات میں سُنی جانے والی باتوں کو پسند کرتے ہیں اور جذباتی طور پر متاثر ہو کر مسیح کی پیروی کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ تاہم یہ ایک ثابت شُدہ حقیقت ہے کہ بشارتی اِجتماعات میں آگے آنے والوں میں سے بہت سے لوگ جلد ہی اپنی وابستگی کو بالکل ترک کر دیتے ہیں۔ اُن کے فوری جذبات کے تحت دیئے گئے ردِّعمل اکثر مضبوط بنیاد سے خالی ہوتے ہیں۔

مَیں بشارتی اِجتماعات کی کامیابیوں سے متعلق رپورٹوں پر اپنے ردِّ عمل میں ضرورت سے زیادہ سخت نہیں ہونا چاہتا۔ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ ہر بشارتی خدمت کو اپنی خدمت کے اَثرات کو جانچنے کی دُشواری کا سامنا رہتا ہے۔ کلیسیائیں عموماً یہ کام اِس لئے کرتی ہیں تاکہ اپنی جماعت کے ارکان کی تعداد اور ایک مُدت کے دوران اُن کی بڑھوتری کی اِطلاع دے سکیں۔ بشارتی منسٹریز اکثر یہ شمار کرتی ہیں کہ کتنے لوگ آگے آئے، کتنے لوگوں نے ہاتھ اُٹھایا، کتنے لوگوں نے کارڈ پر دستخط کئے یا کتنے لوگوں نے دُعا کی۔ یہ منسٹریز کسی نہ کسی عددی معیار کے ذریعے یہ جانچنا چاہتی ہیں کہ لوگ کس طرح کا جواب دے رہے ہیں۔

لیکن رُوحانی حقیقت کو کیسے ناپا جا سکتا ہے؟ جو کوئی بشارت میں شریک رہا ہے وہ جانتا ہے کہ ہم دِل کو کبھی نہیں دیکھ سکتے، اِس لئے اگلا طریقہ یہی رہ جاتا ہے کہ لوگوں کے کئے گئے فیصلوں کی تعداد گنی جائے۔ مگر یسوع مسیح بیج بونے والے کی تمثیل میں ہمیں اِس بارے میں خبردار کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ بہت سے لوگ خوشی کے ساتھ خوش خبری کو سُنتے ہیں، لیکن وہ اِیمان پر قائم نہیں رہتے۔ یہ بیج کی دُوسری قِسم پتھریلی زمین پر گرتی ہے، ایسی زمین پر جو اِس قدر کم گہری ہوتی ہے کہ بیج جڑ نہیں پکڑ سکتا اور جیسے ہی سورج نکلتا ہے پودے مرجھانے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سُوکھ جاتے ہیں اور کبھی پھل نہیں لاتے۔ یسوع مسیح ہمیں بتاتا ہے کہ یہ لوگ اُن مصیبتوں اور اِیذا رسانیوں کے سبب جو لازماً اِیمان کی راہ میں آتی ہیں، پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

تیسرے قِسم کے بیج کی وضاحت کرتے ہوئے یسوع مسیح کہتا ہے: "اور جو جھاڑیوں میں بویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سُنتا ہے اور دُنیا کی فِکر اور دَولت کا فریب اُس کلام کو دبا دیتا ہے اور وہ بے

پھل رہ جاتا ہے"(متی ۱۳: ۲۲)۔ یہ بیج اُن لوگوں کی ایک قسم کو ظاہر کرتا ہے جو کلام کو سُنتے اور قبول بھی کرتے ہیں، مگر دُنیا کی فکریں اُن پر غالب آ جاتی ہیں۔ کانٹوں کی مانند دُنیاوی فکریں "کلام کو دبا دیتی ہیں"۔

آخر میں یسوع مسیح کہتا ہے: "اور جو اچھّی زمین میں بویا گیا یہ وہ ہے جو کلام کو سُنتا اور سمجھتا ہے اور پھل بھی لاتا ہے"(۱۳: ۲۳)۔

پس یہ بات واضح ہے کہ بہت سے لوگ خوش خبری کے پیغام کو خوشی کے ساتھ قبول کرتے ہیں، مگر آخر کار اِیمان پر قائم نہیں رہتے۔ ہر وہ شخص جو خدا کا کلام سُنتا ہے نجات نہیں پاتا، اور یہی بات اُن بہت سے لوگوں کے بارے میں بھی دُرست ہے جو اِبتدا میں اُس کا جواب دیتے ہیں۔ حقیقت میں نجات یافتہ وہی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو کلام پر عمل کرنے والے ثابت کرتے ہیں۔ جب بیج جڑ پکڑتا اور بڑھتا ہے تو پھل پیدا ہوتا ہے۔

پھل کی ضرورت

پھل لانے کے بارے میں غور کرتے وقت ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم اپنے اَعمال کے باعث نجات نہیں پاتے۔ بلکہ ہم صرف اِیمان کے وسیلے سے راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ سولہویں صدی کے مستند مصلحین، جیسے مارٹن لوتھر، نے کہا کہ ہم صرف اِیمان کے وسیلے سے راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں، لیکن نجات بخش اِیمان عمل کے بغیر نہیں ہوتا۔

یہ نقطۂ نظر رومن کیتھولک نظام کے برعکس ہے، جو یہ تعلیم دیتا ہے کہ کسی شخص کے راست باز ٹھہرائے جانے کے لئے اِیمان کا ہونا ضروری ہے، لیکن اُس کے ساتھ اَعمال بھی درکار

ہیں۔ پس رومن کیتھولک تعلیم کے مطابق اِیمان اور اَعمال مِل کر راست باز ٹھہرائے جانے کا سبب بنتے ہیں۔ لیکن پروٹسٹنٹ نقطۂ نظر میں اِیمان راست باز ٹھہرائے جانے کا واحد سبب ہے اور اُس کے نتیجہ میں اَعمال ظاہر ہوتے ہیں۔

رومن کیتھولک نقطۂ نظر: اِیمان + اَعمال = راست باز ٹھہرایا جانا۔

پروٹسٹنٹ نقطۂ نظر: اِیمان = راست باز ٹھہرایا جانا + اَعمال۔

پروٹسٹنٹ نقطۂ نظر میں اَعمال اُس فضل کی حالت کا نتیجہ اور اِظہار ہیں جس میں ہم قائم کئے گئے ہیں، اِس لئے وہ راست باز ٹھہرائے جانے میں کچھ بھی اِضافہ نہیں کرتے۔ ایک گنہگار کو راست باز ٹھہرانے کے لئے مسیح کے [نجات بخش] اَعمال اور اُس کی راست بازی ہی کافی ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں کہ ہم صرف اِیمان کے وسیلہ سے راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں تو اِس سے مراد یہ ہے کہ ہم صرف مسیح کے وسیلے سے، یعنی اُس کے [نجات بخش] اَعمال کے باعث راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں، ہمارے نیک اَعمال ہمارے راست باز ٹھہرائے جانے میں شمار نہیں ہوتے۔

بعض لوگ کہیں گے کہ: "اِس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے کوئی پھل لانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے راست بازی کو ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، کیوں کہ مَیں اِیمان کے وسیلے سے نجات پاتا ہوں"۔ لیکن یاد رکھیں کہ جو اِیمان راست باز ٹھہراتا ہے، جیسا کہ یعقوب اپنے خط میں بیان کرتا ہے (یعقوب ۲:۲۶) اور جیسا کہ مارٹن لوتھر نے بھی دلیل دی، وہ مردہ اِیمان نہیں ہوتا، بلکہ وہ زِندہ اِیمان ہے، زِندگی بخش اِیمان ہے، مؤثر اِیمان ہے۔ وہ سچا اِیمان جو ہمیں مسیح سے متحد کرتا ہے ہمیشہ نیک اَعمال میں ظاہر ہوتا ہے اور اگر اِیمان کے نتیجے میں نیک اَعمال ظاہر نہ

ہوں تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اِیمان سِرے سے موجود ہی نہیں۔ اَفسوس کی بات ہے کہ اگر بائیں پہلو پر اِیمان موجود نہ ہو تو دائیں پہلو پر راست باز ٹھہرایا جانا بھی موجود نہیں ہوتا۔

مسیحیوں کے اندر پھل کی مقدار مختلف ہوتی ہے۔ یسوع مسیح فرماتا ہے کہ اچھی زمین میں بویا گیا بیج "کوئی سو گُنا پھلتا ہے کوئی ساٹھ گُنا کوئی تیس گُنا" (متی ۱۳:۲۳)۔ بعض سچے مسیحی دُوسروں کی نسبت زیادہ پھل دار نہیں ہوتے، لیکن ہر سچا اِیمان دار کچھ نہ کچھ پھل ضرور لاتا ہے۔ اگر وہ پھل نہ لائے تو وہ اِیمان دار نہیں۔ اِسی لئے یسوع مسیح کہتا ہے: "اُن کے پھلوں سے تُم اُن کو پہچان لوگے" (متی ۷:۱۶) نہ کہ اُن کے دعوؤں سے۔

جب کوئی شخص ایسے مسیحی ذیلی ماحول میں پرورِش پاتا ہے جہاں فیصلے کرنے، توبہ کی دعوت کا جواب دینے اور گنہگار کی مخصوص دُعا پڑھنے پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے تو اِس اہم حقیقت کو نظر انداز کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ یسوع کی پیروی کرنے کا فیصلہ محض کبھی کسی کو تبدیل نہیں کرتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِنسان کا فیصلہ اُسے تبدیل نہیں کرتا بلکہ رُوح القدس کی قدرت ہی اِنسان کو تبدیل کرتی ہے۔ ہم بادشاہی میں اِس لئے داخل نہیں ہوتے کہ ہم کوئی فیصلہ کرتے ہیں، راہ داری میں آگے بڑھتے ہیں، ہاتھ اُٹھاتے ہیں یا کسی کارڈ پر دستخط کرتے ہیں۔ بلکہ ہم بادشاہی میں اِس لئے داخل ہوتے ہیں کیوں کہ ہمارے دِلوں میں سچا اِیمان موجود ہوتا ہے۔

غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں، اِیمان کے عوامی اِقرار میں قطعاً کوئی نامناسب بات نہیں، بلکہ ایسا اِقرار کیا جانا چاہیئے۔ ہر وہ شخص جو راست باز ٹھہرایا گیا ہے اپنے اِیمان کا اِقرار کرنے کے لئے بلایا گیا ہے اور ہر مسیحی دُوسروں کے سامنے مسیح کا اِقرار کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ مسئلہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم اِیمان کے عوامی اِقرار کو اپنی تبدیلی کا حتمی معیار بنا لیتے ہیں۔ کیوں کہ

یسوع مسیح اُن لوگوں کا ذِکر کرتا ہے جو اپنے ہونٹوں سے تو اُس کی تعظیم کرتے ہیں مگر اُن کے دِل اُس سے دُور ہوتے ہیں (متی ۱۵:۸)۔ کسی شخص کو کبھی بھی اِیمان کے اِقرار کے باعث راست باز نہیں ٹھہرایا گیا۔

کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ نجات کے یقین کے مسئلے کو حل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی زِندگی کے پھل کا جائزہ لیں تاکہ یہ معلوم کریں کہ آیا وہ اِیمان کے اِقرار کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے؟ یہ مسیحی زِندگی میں اپنے آپ کا جائزہ لینے کا ایک معین اور اہم مقام ہے اور مَیں چوتھے باب میں اِس کے بارے میں مزید بات کروں گا۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی اُس کامل معیار تک نہیں پہنچتا جس کا ہم اِقرار کرتے ہیں کہ ہم اُس پر اِیمان رکھتے ہیں۔ اگر ہم اپنی عملی زِندگی پر ہی توجہ مرکوز کریں تو مستند یقین نہایت غیر مستحکم ہو جاتا ہے۔

پس جھوٹا یقین رکھنا ممکن ہے، لیکن سچا یقین حاصل کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔ پھر ہم کس طرح یقینی طور پر جان سکتے ہیں کہ ہمارے اِیمان کے اِقرار حقیقی نجات بخش فضل کی موجودگی کا نتیجہ ہیں؟ یہ سوال نہایت اہم ہے، کیوں کہ یہ ہماری مسیحی زِندگی کے مرکز کو چُھوتا ہے اور ہمارے احساسات، ہماری تسلی اور ہمارے مسیحی چال چلن پر گہرا اَثر ڈالتا ہے۔ لازم ہے کہ ہم اِس بات کو طے کریں کہ آیا ہم فضل کی حالت میں ہیں اور اِس کتابچہ کا بقیہ حصہ اِسی بات کو بیان کرے گا کہ ہم یہ کیسے جان سکتے ہیں۔

دُوسرا باب

چار قِسم کے لوگ

مَیں نے اوہائیو رِیاست کے شہر سِنسناٹی (Cincinnati) میں ایک شخص کو اِنجیل کا پیغام سُنایا اور مَیں نے آغاز کرتے ہوئے اُس سے اِیونجلزم ایکسپلوژن (Evangelism Explosion) کے معروف بشارتی طریقے کے دو تشخیصی سوالات میں سے پہلا سوال پوچھا: "کیا آپ اپنی رُوحانی زِندگی میں اُس مقام تک پہنچ چکے ہیں جہاں آپ کو یہ یقین ہو کہ اگر آپ آج رات مر جائیں تو کیا آپ آسمان پر جائیں گے؟"۔ اُس شخص نے ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ اُس نے سیدھا میری آنکھوں میں دیکھا اور کہا: "اوہ نہیں! مجھے یقین ہے کہ مَیں نجات یافتہ نہیں ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مَیں جہنم میں جا رہا ہوں"۔ اُس کے جواب نے مجھے حیران کر دیا، کیوں کہ مَیں نے پہلے کبھی کسی ایسے شخص سے ملاقات نہیں کی تھی جو اِس قدر یقین کے ساتھ کہتا ہو کہ جہنم اُس کی آخری منزل ہے۔ وہ شخص بے دین زِندگی گزار رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ وہ بے دین زِندگی گزار رہا ہے اور وہ بے دِین زِندگی کے نتائج سے بھی آگاہ تھا، لیکن اُسے کوئی پرواہ نہ تھی۔

جب نجات کے یقین کا معاملہ سامنے آتا ہے تو اِس تعلق سے دُنیا میں چار طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہر زندہ شخص، اِنہی چار اَقسام میں سے کسی ایک میں آتا ہے، کوئی بھی شخص اِس تقسیم سے باہر نہیں۔ وہ اَقسام یہ ہیں:

۱. وہ جو نجات یافتہ ہیں اور اِس حقیقت کو جانتے ہیں
۲. وہ جو نجات یافتہ ہیں مگر اِس حقیقت کو نہیں جانتے
۳. وہ جو نجات یافتہ نہیں اور اِس حقیقت کو جانتے ہیں (جیسے وہ شخص جس کا مَیں نے اُوپر ذِکر کیا)
۴. اور وہ جو نجات یافتہ نہیں مگر اِس حقیقت کو بھی نہیں جانتے۔

آیئے اِن اَقسام کو ذرا زیادہ قریب سے دیکھیں۔

وہ لوگ جو نجات یافتہ ہیں اور اِس حقیقت کو جانتے ہیں

پہلی قِسم اُن لوگوں کی ہے جو نجات یافتہ ہیں اور اِس حقیقت کو جانتے ہیں۔ اِن لوگوں کو پورا یقین ہوتا ہے کہ وہ فضل کی حالت میں ہیں۔ اُن کے لئے یہ ایک طے شُدہ بات ہے۔

غالباً آپ ایسی گفتگو میں شامل رہے ہوں گے جہاں آپ نے کسی سے کوئی سوال کیا، اُس نے کسی بات کی توثیق یا دعویٰ کیا اور آپ نے جواب میں کہا: "کیا آپ کو یقین ہے؟" اُس نے کہا: "جی ہاں! مجھے یقین ہے"۔ پھر آپ نے اگلا سوال کیا: "کیا آپ کو واقعی یقین ہے کہ آپ کو یقین ہے؟" جب ہم یقین یا قطعی یقین کی بات کرتے ہیں تو ہم محض فلسفیانہ اَقسام کی بات نہیں کر رہے ہوتے۔ بلکہ ایک لحاظ سے ہم مختلف سوالات یا دعوؤں کے بارے میں اپنی جذباتی حالت کو بیان کر رہے ہوتے ہیں۔

سچائی کے دعوؤں کے بارے میں یقین ایک وسیع دائرہِ کار میں پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص آپ سے کہہ سکتا ہے: "کیا آپ اِیمان رکھتے ہیں کہ خدا موجود ہے؟" اِس سوال کے کئی طرح کے جواب دیئے جاسکتے ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں: "نہیں"، "مَیں اِیمان نہیں رکھتا"،

"میرا ایسا خیال نہیں"، "مَیں نہیں جانتا"، "مَیں نہیں جانتا، لیکن مجھے اُمید ہے"، "شاید"، "ہاں، مَیں خدا پر اِیمان رکھتا ہوں" یا "یقیناً مَیں خدا پر اِیمان رکھتا ہوں"۔ اِن میں سے ہر جواب اُس یقین کی مختلف سطح کو ظاہر کرتا ہے جو کسی بات یا دعوے کے بارے میں رکھا جاتا ہے۔

پس جب ہم نجات کے یقین کی بات کرتے ہیں تو ہم ریاضی کے قطعی یقین کی بات نہیں کر رہے ہوتے، جیسے یہ یقین کہ دو جمع دو چار ہوتے ہیں۔ ہم ایک شخصی حالت کے یقین کی بات کرتے ہیں اور اِس یقین کی شدت روز بروز بدلتی رہتی ہے۔ بعض دِنوں میں کوئی مجھ سے کہہ سکتا ہے: "آر۔ سی! کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ نجات یافتہ ہیں؟" اور مَیں کہوں گا: "بالکل"۔ لیکن اگلے ہی دِن اگر مَیں گناہ کے بوجھ تلے دب جاؤں تو شاید مَیں کہوں: آپ جانتے ہیں، "میرا خیال ہے کہ ایسا ہی ہے"۔ مسیحی زندگی میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔

تاہم سچا یقین تمام شکوک کے باوجود قائم رہتا ہے، کیوں کہ جیسا کہ ہم دیکھیں گے یہ صرف احساسات پر مبنی نہیں ہوتا۔ اِس زُمرے میں آنے والے شخص کے پاس ایسی بنیاد ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ کہہ سکتا ہے: "اِسی باعث سے مَیں یہ دُکھ بھی اُٹھاتا ہُوں لیکن شرماتا نہیں کیوں کہ جِس کا مَیں نے یقین کِیا ہے اُسے جانتا ہُوں اور مُجھے یقین ہے کہ وہ میری امانت کی اُس دِن تک حِفاظت کر سکتا ہے" (۲۔ تیمتھیس ۱:۱۲)۔

وہ لوگ جو نجات یافتہ ہیں مگر اِس حقیقت سے ناواقف ہیں

دُوسری قِسم اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو نجات یافتہ ہیں مگر اِس حقیقت کو نہیں جانتے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص فضل کی حالت میں ہو اور پھر بھی اُسے پورا یقین نہ ہو کہ وہ ایسی حالت میں ہے۔ مَیں پہلے ذِکر کر چکا ہوں کہ بعض لوگ (جیسے رومن کیتھولک) پہلی قِسم کی صحت پر

اِعتراض کرتے ہیں، یعنی اُن لوگوں کی جو نجات یافتہ ہیں اور اِس حقیقت کو جانتے ہیں، کیوں کہ اُن کا دعویٰ ہے کہ نجات کا یقین عموماً حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اِسی طرح بعض دُوسرے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص فضل کی حالت میں ہو اور اُسے اِس کا علم نہ ہو۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ نجات بخش اِیمان کا اصل مفہوم ہی ایک ایسے منجی پر بھروسا کرنا ہے جس کے بارے میں اِنسان اِیمان رکھتا ہے کہ وہ اُسے نجات دے گا۔ پس اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اُس کے پاس اِیمان ہے مگر اُسے یہ یقین نہیں کہ یسوع مسیح اُسے نجات دے رہا ہے تو کیا اُس کے پاس واقعی اِیمان ہے؟

مسئلے کا ایک حصہ مسیحیت کے اُس مقبول تصوُّر سے تعلق رکھتا ہے جو ایک ڈرامائی تبدیلی پر زور دیتا ہے۔ بعض لوگ واقعی اِسی طرح مسیح کے پاس آتے ہیں۔ مثال کے طور پر بلی گراہم بتا سکتا ہے کہ وہ کس دِن اور کس گھڑی مسیحی بنا۔ وہ ایک خاص دِن کی طرف اِشارہ کرتا ہے جب وہ بیس بال کا کھیل کھیلنے کے بعد ایک بشارتی اِجتماع میں گیا۔ موردؔکائی ہیم نامی ایک مبشر مختلف مقامات پر منادی کر رہا تھا اور گراہم آگے گیا اور اُسے اچانک تبدیلی کا تجربہ ہوا جس نے اُس کی زِندگی کو بالکل بدل دیا۔ مجھے بھی بالکل اِسی طرح کے تبدّل کا تجربہ ہوا۔ مَیں ٹھیک طور پر جانتا ہوں کہ مَیں کس وقت مسیح سے ملا۔ مَیں آپ کو تارِیخ، گھڑی، جگہ اور یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ کیسے ہوا۔ تاہم بعض لوگ یہ بھی متعین نہیں کر سکتے کہ وہ کس سال مسیحی بنے۔ مثال کے طور پر بلی گراہم کی بیوی رُوتھ گراہم کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کب تبدیل ہوئی۔

کلیسیا میں ہم اکثر اپنے تجربات کو سب کے لئے معیار بنا لیتے ہیں۔ جن لوگوں کو اچانک اور نہایت نمایاں تبدّل کا تجربہ ہوا ہوتا ہے، یعنی دمشق کی راہ جیسے تبدّل جس کا دِن اور

گھڑی متعین کی جاسکتی ہو، وہ کبھی کبھی اُن لوگوں کے بارے میں شک کرنے لگتے ہیں جنہیں ایسا تجربہ نہیں ہوا۔ وہ سوچتے ہیں کہ جو شخص کسی خاص دِن اور گھڑی کی نشان دِہی نہیں کر سکتا کیا وہ واقعی مسیحی ہو سکتا ہے۔ اُسی طرح جو لوگ دِن اور گھڑی نہیں جانتے وہ کبھی اُن لوگوں کے بارے میں شک کرتے ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ٹھیک طور پر جانتے ہیں کہ وہ کب پہلی بار اِیمان لائے۔ بات کا لبِ لباب یہ ہے: کتابِ مقدّس کہیں یہ نہیں کہتی کہ ہمیں اپنے تبدّل کا دُرُست وقت معلوم ہونا ضروری ہے۔

یہاں سے بات کچھ زیادہ پیچیدہ ہو جاتی اور کچھ مشکل صورت اِختیار کر لیتی ہے۔ کوئی بھی شخص آدھی یا جزوی نئ پیدایش حاصل نہیں کرتا، یا تو اِنسان خدا کے رُوح سے پیدا ہوا ہوتا ہے یا نہیں۔ نئ پیدایش، جو خدا کا وہ کام ہے جس کے وسیلے سے ہم تاریکی کی بادشاہی سے نکال کر نُور کی بادشاہی میں منتقل کئے جاتے ہیں، دراصل تبدّل کا حقیقی کام ہے اور یہ رُوح القدس کے عمل سے فوراًسرانجام پاتا ہے، اِس طرح کہ اِنسان یا تو اُس حالت میں ہوتا ہے یا نہیں۔ نئ پیدایش کوئی تدریجی عمل نہیں بلکہ یہ فوراً واقع ہوتی ہے۔

لیکن اگر ایسا ہے تو کیا یہ اُن لوگوں کے بارے میں شبہات پیدا نہیں کرتا جو اپنے تبدّل کے دِن اور گھڑی کو بیان نہیں کر سکتے؟ نہیں۔ ہمیں تبدّل اور تبدّل کے تجربے کے درمیان فرق کرنا چاہئے۔ مزید برآں ہمیں اِس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہئے کہ ہر شخص فوراً اُس لمحے سے آگاہ نہیں ہوتا جب خدا کا رُوح اُس کی رُوح کے اندر اپنا مافوق الفطرت کام اَنجام دیتا ہے۔ اِسی لئے ایسے زِمروں کو قائم کرنا بہت خطرناک ہے جن کے ذریعے ہم اُن لوگوں کا اندازہ لگائیں جن کے تجربات ہمارے اپنے تجربات کے مطابق نہیں ہوتے۔

درحقیقت، اگرچہ مَیں اپنے تبدّل کے تجربے کے بارے میں بہت گفتگو کرتا ہوں اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مَیں اُس دِن اور گھڑی تک متعین کر سکتا ہوں تو بھی مَیں اِس بات کو سمجھتا ہوں کہ ایسا تجربہ لازماً ہر کسی شخص کی رُوح میں خدا کے کام کے مطابق نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ خدا کا رُوح القدس کسی شخص کو ایک ہفتے، ایک مہینے، بلکہ پانچ سال پہلے نئے سِرے سے پیدا کر چکا ہو، اِس سے پہلے کہ وہ اُس حقیقت کا تجربہ کرے جو پہلے ہی اُس کے اندر واقع ہو چکی ہے۔ لہٰذا تبدّل کی کسی خاص تارِیخ اور وقت کے بارے میں میرا یقین دراصل صرف میرے تبدّل کے تجربے پر لاگو ہوتا ہے، نہ کہ خود اُس حقیقت پر، کیوں کہ اپنے تجربات کے بارے میں ہم اپنے آپ کو دھوکا بھی دے سکتے ہیں۔

درحقیقت ایک مسیحی کے طور پر ہم جو سب سے خطرناک کام کر سکتے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم اپنے علمِ اِلٰہی کو اپنے تجربے کی بنیاد پر متعین کریں، کیوں کہ کسی بھی شخص کا تجربہ مسیحی زِندگی کے لئے معیار نہیں ہوتا۔ ہمیں اپنے علمِ اِلٰہی کو خدا کے کلام سے متعین کرنا چاہئے، نہ کہ اُن احساسات سے جو ہم محسوس کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ ہم اُن تجربات کے مفہوم اور اہمیت کو غلط سمجھنے اور اُن کی غلط تشریح کرنے کے اِمکان میں بھی رہتے ہیں جن سے ہم گزرتے ہیں۔ اِسی لئے ہمیں بلایا گیا ہے کہ ہم اپنے تجربات کو کتابِ مقدّس کی کسوٹی پر پرکھیں تاکہ ہم اپنے اِیمان کی تعریف اُس کے مطابق کریں جو کتابِ مقدّس بیان کرتی ہے، نہ کہ اُس کے مطابق جو ہم محسوس کرتے ہیں یا جس کا ہم تجربہ کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے اِطمینان کی بنیاد کسی تجربے پر رکھیں اور خدا کے کلام پر نہ رکھیں تو ہم اپنی مسیحی مسافرت میں ہر طرح کے شکوک کو اپنے اُوپر

حملہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمیں اپنی نجات کے بارے میں حقیقی معرفت حاصل کرنے کی جستجو کرنی چاہیئے، نہ کہ محض کسی گرم جوش اور مبہم سے تجربے پر اِکتفا کرنا چاہیئے۔

یہ اُنہی لوگوں کی قسم ہے جو پطرس کی اِس نصیحت میں پیشِ نظر رکھا گیا ہے جب وہ اِیمان داروں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ اپنی بُلاہٹ اور برگزیدگی کو پختہ کرنے میں سرگرمی دِکھائیں (۲۔ پطرس ۱: ۳-۱۱)۔ اُن لوگوں کو ایسی نصیحت دینا جو پہلے ہی یقین رکھتے ہوں، نادانی ہو گی۔ پس پطرس کی تعلیم یہ ظاہر کرتی ہے کہ بعض لوگ نجات کی حالت میں ہو سکتے ہیں، مگر اُنہیں اپنی نجات کا یقین نہیں ہوتا۔

وہ لوگ جو نجات یافتہ نہیں اور اِس بات کو جانتے ہیں

اوہائیو کی رِیاست کے شہر سِنسناٹی میں جس آدمی سے میری ملاقات ہوئی وہ اِسی قِسم کے لوگوں کی مثال تھا، یعنی وہ لوگ جو نجات یافتہ نہیں اور اِس بات کو جانتے ہیں۔ یہ بات ہمیں عجیب محسوس ہو سکتی ہے کہ ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں، خاص طور پر اِس لئے کہ آج بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کوئی مرتا ہے تو ہر شخص آسمان پر چلا جاتا ہے۔ تاہم پولُس رسول رومیوں کے خط کے پہلے باب کے آخر میں اِسی قِسم کے لوگوں کا ذِکر کرتا ہے۔ گناہ میں گری ہوئی اِنسانیت کے اُن مختلف گناہوں اور برائیوں کی فہرست بیان کرنے کے بعد جو وہ کرتی ہے، وہ اِس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ گناہ میں گرے ہوئے لوگ نہ صرف خود یہ کام کرتے ہیں بلکہ دُوسروں کو بھی اِنہیں کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ جو ایسے کام کرتے ہیں وہ موت کے مستحق ہیں (آیت ۳۲)۔

پولُس رسول رومیوں کے پہلے باب میں ہمیں یہ بتاتا ہے کہ لوگوں کو اپنی برگشتہ حالت سے آگاہ ہونے کے لئے لازمی نہیں کہ وہ بائبلی منادی کو سُنیں۔ خدا کے فطری مکاشفہ کے وسیلے سے، جب خدا اپنی شریعت لوگوں کے دِلوں پر لکھتا ہے اور ضمیر کے ذریعے اپنا کلام اِنسانی ذہن میں رکھ دیتا ہے تو لوگ جان لیتے ہیں کہ وہ اپنے روِیے کے سبب سے قصوروار ہیں اور اپنے خالق کے ساتھ رفاقت سے باہر ہیں۔

ظاہری طور پر بہت سے لوگ اِس بات کی تردِید کرتے ہیں کہ وہ خدا کے غضب کے خطرے میں ہیں، بلکہ وہ خدا کے وجود ہی کی تردِید بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن کتابِ مقدّس کہتی ہے: ''اگرچہ کوئی شریر کا پیچھا نہ کرے تو بھی وہ بھاگتا ہے لیکن صادِق شیر ببر کی مانند دلیر ہے''(اَمثال ۱:۲۸)۔ اِس لئے ظاہری حالت کے نیچے اور گناہ میں گری ہوئی اِنسانی فطرت کے پردے کے پیچھے یہ احساس موجود ہوتا ہے کہ اِنسان خدا کے سامنے سنگین خطرے میں ہے۔ اِسی وجہ سے ''خندق کے تبدّل'' جیسے واقعات بھی دیکھنے میں آتے ہیں، جب لوگ اپنی زِندگی کے آخری دنوں میں اچانک سنجیدہ ہو جاتے ہیں، پادری یا خادِم کو بلاتے اور اپنی اَبدی زِندگی کے لئے گویا کوئی ضمانت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ممکن ہے آپ نے ڈبلیو۔ سی۔ فیلڈز کی یہ کہانی سنی ہو کہ جب وہ اپنی موت کے بستر پر لیٹا ہوا تھا تو وہ بائبل مقدّس کے اوراق اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا، جس پر اُسے جاننے والے لوگ حیران ہو گئے۔ ایک دوست نے اُس سے کہا: ''ڈبلیو۔ سی۔ تم کیا کر رہے ہو؟'' فیلڈز نے جواب دیا ''کوئی راہِ فرار تلاش کر رہا ہوں''۔ اگرچہ اُس کا جواب اُس کے معمول کے مضحکہ خیز انداز میں

تھا، لیکن یہ بات واضح تھی کہ فیلڈز کو احساس تھا کہ وہ اپنے خالق کا سامنا کرنے کے قریب ایک نہایت نازُک حالت میں ہے۔

اگرچہ اِس بات پر یقین کرنا مشکل محسوس ہو سکتا ہے، لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو نجات یافتہ نہیں اور اِس بات کو جانتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ وہ فضل کی حالت میں نہیں ہیں، کیوں کہ وہ فضل کی حالت میں نہیں ہیں اور وہ خدا کے ساتھ رفاقت سے باہر ہیں۔ اور یہ کہ وہ اُس سے دُور ہو چکے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے پاس یقین کی ایک منفی صورت موجود ہوتی ہے۔

وہ لوگ جو نجات یافتہ نہیں مگر اِس حقیقت کو نہیں جانتے

اب تک ہم یہ باتیں دیکھ چکے ہیں: کچھ لوگ ایسے ہیں جو نجات یافتہ ہیں اور اِس حقیقت کو جانتے ہیں، کچھ لوگ ایسے ہیں جو نجات یافتہ ہیں مگر اِس حقیقت کو نہیں جانتے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو نجات یافتہ نہیں مگر اِس حقیقت کو جانتے ہیں۔ یہ تمام اَقسام آسانی سے سمجھی جا سکتی ہیں۔

چوتھی قِسم نجات کے یقین کے پورے معاملے میں بڑی اُلجھن پیدا کر دیتی ہے: وہ لوگ جو نجات یافتہ نہیں مگر "سمجھتے" ہیں کہ وہ نجات یافتہ ہیں۔ اِس قِسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو فضل کی حالت میں نہیں ہوتے مگر یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہیں۔ مختصر یہ کہ اُن کے پاس جھوٹا یقین ہوتا ہے۔

لیگنئیر منسٹریز نے ایک مرتبہ اِصلاحِ کلیسیا سے متعلق مقامات کا ایک مطالعاتی سفر منعقد کیا، جس میں شرکاء نے مارٹن لوتھر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اُن تاریخی مقامات کا دورہ کیا جہاں سے اِصلاحی تحریک نے جنم لیا تھا۔ ہم اُن مختلف مقامات سے گزرے جو پہلے مشرقی یورپ

اور مشرقی جرمنی کا حصہ تھے، جہاں لوتھر نے اپنی خدمت اَنجام دی۔ ہم ایر فرٹ، وِٹن برگ، ورمز، نیورم برگ اور دِیگر ایسے مقامات پر گئے۔ ایک دِن ہم نے ایک مقام کا دورہ کیا اور اُس کے بعد دوپہر کے کھانے کے لئے ہمیں اپنی مرضی سے جانے کی آزادی دی گئی۔

اِس مطالعیاتی سفر کے شرکاء کے مختلف گروہ شہر کی مختلف سمتوں میں نکل گئے تھے اور ہمیں یہ ہدایت دی گئی تھی کہ ہم دوبارہ کس جگہ اور کس وقت جمع ہوں گے۔ چناں چہ ہم میں سے ایک گروہ شہر میں گھومتا رہا اور ہم نے وہیں دوپہر کا کھانا کھایا، لیکن جب ہم ریسٹورنٹ سے باہر نکلے تو ہمیں یاد نہیں رہا کہ ہم کس راستے سے آئے تھے۔ ہم نے ایک دُوسرے سے کہا "ہم بس تک واپس کیسے پہنچیں؟"۔ اُس وقت ہمارے گروہ کی ایک عورت نے کہا: "مجھے راستہ معلوم ہے" ۔ پس وہ آگے چلنے لگی اور شہر کی گلیوں میں سے گزرتی ہوئی چلنے لگی اور ہم سب اُس کے پیچھے ہو لئے۔ کچھ ہی دیر میں یہ واضح ہو گیا کہ ہم دُرُست سمت میں نہیں جا رہے اور مجھے کچھ فکر ہونے لگی۔ چناں چہ مَیں نے کہا: "معاف کیجئے! میری آ، کیا آپ کو یقین ہے کہ ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں؟"۔ اُس نے جواب دیا: "ہاں، مجھے پورا یقین ہے"۔ یہ سُن کر مجھے کچھ اِطمینان ہوا، لیکن چند قدم اور چلنے کے بعد وہ مُڑی اور کہنے لگی: "یقیناً مجھے ہمیشہ یقین ہوتا ہے، مگر مَیں کم ہی دُرُست ہوتی ہوں"۔

جو لوگ پورے اِعتماد کے ساتھ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ آسمان کی طرف جا رہے ہیں، وہ کسی حد تک اُس عورت کی مانند ہوتے ہیں۔ وہ "جانتے" ہیں کہ وہ مسیحی ہیں۔ اُنہیں اپنی نجات کا یقین ہوتا ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے بارے میں وہ فکر کرتے ہوں۔ مگر مسئلہ صرف یہ ہے کہ اُن کا یہ یقین دراصل جھوٹا یقین ہوتا ہے۔

یہی وہ بات ہے جو اُس کشمکش اور بے چینی کو پیدا کرتی ہے جس سے ہم اِس کتابچہ میں نمٹنے کی کوشش کر رہے ہیں، خاص طور پر جب ہم پہلی اور چوتھی قِسم کے لوگوں کا موازنہ کرتے ہیں۔ پہلی قِسم، جیسا کہ آپ کو یاد ہو گا، اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو نجات یافتہ ہیں اور اپنی نجات کا یقین رکھتے ہیں اور چوتھی قِسم اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو نجات یافتہ نہیں مگر پھر بھی اپنی نجات کا یقین رکھتے ہیں۔ جب ہم اِس بات پر غور کرتے ہیں کہ ہم حقیقی یقین کیسے حاصل کر سکتے ہیں، تو ہمیں جھوٹے یقین کی بنیادی وجوہات پر مزید غور کرنا چاہئے۔

تیسرا باب

نجات کا جھوٹا یقین

ہماری نجات کے کامل یقین کی جستجو اِس حقیقت کی وجہ سے پیچیدہ ہو جاتی ہے کہ ایسے دو بالکل مختلف قِسم کے لوگ ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ نجات کی حالت میں ہیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ اُن میں سے ایک غلطی پر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذِکر یسوع مسیح نے پہاڑی وعظ میں کیا جب اُس نے فرمایا کہ آخری دِن بعض لوگ اُس کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: "اَے خداوند! اَے خداوند!"۔ وہ یسوع مسیح کے پاس پورے یقین کے ساتھ آئیں گے کہ وہ اُس سے شخصی تعلق رکھتے ہیں، مگر وہ اُنہیں ٹھکرا دے گا اور ظاہر کر دے گا کہ اُن کا یقین باطل تھا۔

جھوٹا یقین کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ لوگ جھوٹے یقین تک کیسے پہنچ جاتے ہیں؟ اِس باب میں، مَیں اِن سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ اِس معاملے میں کئی مختلف مسائل ہیں، مگر بنیادی طور پر وہ دو مسائل پر آ کر ٹھہر جاتے ہیں۔ پہلا مسئلہ، جس پر ہم اِس باب میں خاص طور پر غور کریں گے، نجات کے تقاضوں کی غلط فہمی ہے۔ لوگ اِس بات کو غلط سمجھ سکتے ہیں کہ نجات میں کیا کچھ شامل ہے۔ ہم تین بڑی غلطیوں پر نظر ڈالیں گے: نجاتِ کُل، شریعت پرستی اور کہانتی نظام (پاپائیت) کی مختلف صورتیں۔ دُوسرا مسئلہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی شخص کو یہ دُرست سمجھ ہو کہ نجات میں کیا کچھ شامل ہے، مگر وہ اِس بات میں غلطی کر بیٹھتا ہے کہ آیا اُس نے نجات کے تقاضے پورے کئے ہیں یا نہیں۔ آخری دو باب ہمیں یہ سمجھنے

میں مدد دیں گے کہ ہم کس طرح دُرُست طور پر یہ جانچ سکتے ہیں کہ آیا ہم نے نجات کے تقاضے پورے کئے ہیں یا نہیں۔

نجاتِ کُل

نجات کے بارے میں جھوٹے یقین تک پہنچانے والی پہلی بڑی غلطی نجاتِ کُل کا تصوُّر ہے۔ نجاتِ کُل کا تصوُّر یہ ہے کہ آخر کار ہر شخص نجات پا جائے گا اور وہ آسمان پر جائے گا۔ اگر کوئی شخص نجات کے اِس نظریے پر قائل ہو جائے تو ایک سادہ منطقی اِستدلال اُسے نجاتِ کُل کے اِس نظریے سے اُس کی اپنی اَبدی منزل کے یقین تک پہنچا دیتا ہے۔

مقدمہ اَوّل: ہر شخص آسمان پر جائے گا۔

مقدمہ دُوم: مَیں ایک شخص ہوں۔

نتیجہ: لہٰذا مَیں آسمان پر جاؤں گا۔

کلیسیا کی تارِیخ میں سب سے بڑا اِختلاف سولہویں صدی میں رومن کیتھولک کلیسیا اور پروٹسٹنٹ مصلحین کے درمیان اِس سوال پر ہوا کہ کوئی کس طرح راست باز ٹھہرایا جاتا ہے؟ اصل مسئلہ یہ تھا کہ آیا راست باز ٹھہرایا جانا صرف اِیمان کے وسیلے سے ہے یا کسی اَور ذرِیعے سے۔ لیکن آج ہماری ثقافت میں صرف اِیمان کے وسیلے سے راست باز ٹھہرائے جانے کا عقیدہ غالب نظریہ نہیں رہا۔ بلکہ اب ”موت کے وسیلے سے راست باز ٹھہرائے جانے“ کا نظریہ عام ہو گیا ہے اور نجاتِ کُل کا نظریہ بھی اِسی بات کی تعلیم دیتا ہے۔

مَیں نے پہلے اِیونجلزم ایکسپلوژن یعنی معروف بشارتی طریقے کے پہلے تشخیصی سوال کا مختصر ذِکر کیا تھا: ”کیا آپ اپنی رُوحانی زِندگی میں اُس مقام تک پہنچ چکے ہیں جہاں آپ کو یقین ہو

کہ اگر آپ آج رات مر جائیں تو آپ آسمان پر جائیں گے؟"۔ دُوسرا تشخیصی سوال یہ ہے: "اگر آپ آج رات مر جائیں اور خدا کے سامنے کھڑے ہوں اور خدا آپ سے کہے، مَیں تمہیں اپنے آسمان میں داخل کیوں ہونے دوں؟ تو آپ کیا جواب دیں گے؟"۔

ایک مرتبہ جب میرا بیٹا چھوٹا تھا تو مَیں نے اُس سے یہ دو سوال پوچھے۔ مجھے خوشی ہوئی کہ اُس نے فوراً پہلے سوال کا جواب "ہاں" میں دیا۔ لیکن جب مَیں نے اُس سے دُوسرا سوال پوچھا تو اُس نے مجھے ایسے دیکھا جیسے مَیں نے اُس سے سب سے زیادہ بے معنی سوال پوچھ لیا ہو۔ اُس نے کہا "مَیں یہ کہوں گا، کیوں کہ مَیں مر چکا ہوں"۔ اِس سے زیادہ سادہ جواب اَور کیا ہو سکتا ہے؟ میرا بیٹا ایک ایسے گھر میں پرورِش پا رہا تھا جو بائبلی علمِ اِلٰہی کے لئے وقف تھا، مگر نہ صرف یہ کہ مَیں اُسے صرف اِیمان کے وسیلے سے راست باز ٹھہرائے جانے کی تعلیم واضح طور پر نہ سکھا سکا تھا، بلکہ وہ پہلے ہی ہماری ثقافت کے اُس عام خیال کے زیرِ اثر آ چکا تھا کہ ہر شخص آسمان پر جاتا ہے اور وہاں پہنچنے کے لئے صرف مر جانا ہی کافی ہے۔

ہم نے اپنے علمِ اِلٰہی سے آخری عدالت کے تصوُّر کو اِس حد تک نکال دیا ہے اور اپنے خیال سے (بلکہ کلیسیا کے خیال سے بھی) خدا کی سزا یا جہنم کے ہر تصوُّر کو مٹا دیا ہے کہ اب عام طور پر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ آسمان پر جانے کے لئے اِنسان کا صرف مر جانا ہی کافی ہے۔ در حقیقت ہماری ثقافت میں تقدیس کے لئے فضل کا سب سے مؤثر وسیلہ مر جانا سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ گناہ آلود گنہگار کو مردہ خانے اور قبرستان تک کے سفر کے درمیان ہی گویا بدل دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب اُس کی تجہیز و تکفین کی تقریب ہوتی ہے تو اُس شخص کو نہایت نیک اِنسان کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے گناہ اُس کی موت کے ساتھ ہی دُور ہو گئے ہیں۔ یہ

نہایت خطرناک بات ہے، کیوں کہ کتابِ مقدّس خبردار کرتی ہے کہ "آدمی کے لئے ایک بار مرنا اور اُس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر مقرر ہے"(عبرانیوں ۹:۲۷)۔

اکثر لوگ یہ سمجھنا پسند کرتے ہیں کہ آخری عدالت کی سخت خطرناک آگ اور غضب کی منادی کرنے والے مبشروں نے اِیجاد کی ہے، جیسے بلی سنڈے، ڈوائٹ ایل۔ موڈی، بلی گراہم، جوناتھن ایڈورڈز اور جارج وائٹ فیلڈ۔ لیکن آسمان اور جہنم کے درمیان واضح تقسیم اور آخری عدالت کے بارے میں یسوع مسیح سے بڑھ کر کسی نے واضح تعلیم نہیں دی۔ درحقیقت یسوع مسیح نے آسمان کے مقابلے میں جہنم کے بارے میں زیادہ گفتگو کی اور اُس نے اپنے سُننے والوں کو خبردار کیا کہ اُس آخری دِن ہر فضول بات عدالت میں لائی جائے گی۔ لیکن اگر کوئی ایسی بات ہے جسے غیر نجات یافتہ اِنسان نفسیاتی طور پر دبانا چاہتے ہیں تو وہ آخری اور حتمی عدالت کا یہی خوف ہے، کیوں کہ اُن میں سے کوئی بھی اپنے گناہوں کے لئے جواب دہ نہیں ٹھہرنا چاہتا۔ اِسی لئے اِنسانوں کے لئے نجاتِ کُل کے عقیدے سے زیادہ دِلکش کوئی خیال نہیں، یعنی یہ تصوُّر کہ آخرکار سب نجات پا جائیں گے۔

شریعت پرستی

جھوٹے یقین تک پہنچانے والی دُوسری بڑی غلطی شریعت پرستی ہے، جسے ایک اَور انداز میں "اَعمال کی راست بازی" بھی کہا جاتا ہے۔ شریعت پرستی یہ تعلیم دیتی ہے کہ آسمان پر جانے کے لئے لازم ہے کہ اِنسان خدا کی شریعت پر عمل کرے اور نیک زِندگی گزارے۔ دُوسرے اَلفاظ میں، تمہارے نیک اَعمال تمہیں آسمان پر پہنچا دیں گے۔ بہت سے لوگ خدا کے

مطالبات کو غلط سمجھتے ہوئے یہ خیال کرتے ہیں کہ اُنہوں نے اُن مطالبات کو پورا کر لیا ہے جو خدا نے آسمان میں داخل ہونے کے لئے مقرر کئے ہیں۔

ایک وقت تھا جب مَیں اِیونجلزم ایکسپلوژن کے بشارتی طریقے میں تربیت دینے والے کے طور پر خدمت کرتا تھا۔ مَیں تربیت پانے والوں کو ہفتے میں ایک یا دو مرتبہ شہر میں لے جاتا تھا، جہاں ہم لوگوں سے گفتگو کرتے اور اُن سے تشخیصی سوالات پوچھتے تھے۔ اُس کے بعد ہم اُن جوابات کو جمع کر کے اُن کا جائزہ لیتے تھے۔ نوّے فیصد جوابات "اَعمال کی راست بازی" کے زُمرے میں آتے تھے۔ جب ہم لوگوں سے پوچھتے تھے کہ اگر خدا اُن سے پوچھے کہ وہ اُنہیں آسمان میں داخل کیوں ہونے دے تو وہ کیا جواب دیں گے تو زیادہ تر لوگ یوں جواب دیتے تھے: "مَیں نے اچھی زِندگی گزاری ہے، مَیں اپنی پوری دہ یکی چرچ میں دیا کرتا تھا، مَیں بوائے اسکاوَٹس کے ساتھ خدمت کرتا رہا ہوں" یا اِسی طرح کے کئی اَور جوابات۔ اُن کا اِعتماد کسی نہ کسی ایسی کارکردگی کے ریکارڈ پر قائم ہوتا تھا جو وہ سمجھتے تھے کہ اُنہوں نے حاصل کیا ہے۔ بدقسمتی سے اِنسان کے اَعمال یقین کی بنیاد نہیں بن سکتے۔ کتابِ مقدّس بالکل واضح کرتی ہے کہ "شَریعَت کے اَعمال سے کوئی بشر اُس کے کے حضُور راست باز نہیں ٹھہرے گا" (رومیوں ۳:۲۰؛ گلتیوں ۱۱:۳)۔

شاید وہ شخص جس نے نجات کی اِس غلط تفہیم کو سب سے زیادہ ظاہر کیا، وہ دولت مند جوان حاکم تھا جس کی ملاقات یسوع مسیح سے اُس کی زمینی خدمت کے دوران ہوئی (لوقا ۱۸:۱۸-۳۰)۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب وہ دولت مند آدمی یسوع مسیح کے پاس آیا تو اُس کے ہونٹوں سے

تعریفی کلمات نکل رہے تھے، اُس نے کہا: "اَے نیک اُستاد! مَیں کیا کرُوں تاکہ ہمیشہ کی زِندگی کا وارِث بنُوں؟" وہ دراصل یسوع مسیح سے پوچھ رہا تھا کہ نجات پانے کے لئے کیا کرنا ضروری ہے۔

نجات کے تقاضوں سے متعلق اُس کے سوال کا جواب دینے سے پہلے یسوع مسیح نے اُس کے تعریفی کلمات کا ذِکر کیا۔ یسوع مسیح نے پوچھا: "تُو مُجھے کیُوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خُدا" (آیت ۱۹)۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ اِس جواب میں یسوع اپنی اُلوہیت اور اپنے نیک ہونے کا اِنکار کر رہا تھا۔ بات دراصل یہ نہیں تھی، یسوع مسیح خوب جانتا تھا کہ اُس آدمی کو اِس بات کا بالکل علم نہیں تھا کہ وہ کس سے بات کر رہا ہے۔ اُس آدمی کو معلوم نہیں تھا کہ یسوع مسیح کون ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ مجسم خدا سے سوال کر رہا ہے۔ اُس دولت مند جوان حاکم کو صرف اِتنا معلوم تھا کہ وہ ایک سفر کرنے والے ربّی سے بات کر رہا ہے اور وہ صرف علمِ اِلٰہی کے ایک سوال کا جواب جاننا چاہتا تھا۔ مگر یسوع مسیح کی پہچان اُس جواب کے لئے بنیادی اہمیت رکھتی تھی۔ چناں چہ یسوع مسیح نے فرمایا: "تُو مُجھے کیُوں نیک کہتا ہے؟"۔ کیا تم نے زبور ۱۴: ۳ کو نہیں پڑھا: "وہ سب کے سب گمراہ ہوئے۔ وہ باہم نجس ہو گئے۔ کوئی نیکوکار نہیں۔ خدا کے سِوا کوئی نیک نہیں"۔

کیا یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے؟ آخر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ جو اِیمان دار نہیں ہیں وہ بھی اکثر نیک کام کرتے ہیں۔ اصل بات اِس پر منحصر ہے کہ ہم "نیکی" سے کیا مراد لیتے ہیں۔ بائبلی معیار کے مطابق نیکی سے مراد خدا کی راست بازی ہے اور ہماری عدالت دو باتوں کی بنیاد پر کی جاتی ہے: ایک یہ کہ ہمارے اَعمال خدا کی شریعت کے مطابق ہیں یا نہیں اور دُوسری یہ کہ ہمارے اندر خدا کی شریعت کی فرماں برداری کی خواہش اور نیّت موجود ہے یا نہیں۔

مَیں اپنے اِرد گرد ایسے بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو اِیمان دار نہیں ہیں مگر اُس چیز پر عمل کرتے ہیں جسے جان کیلون نے "سماجی نیکی" کہا تھا، یعنی وہ معاشرے میں نیک کام کرتے ہیں۔ وہ نیک مقاصد کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور بعض اوقات وہ دُوسروں کے لئے اپنے آپ کو قربان بھی کر دیتے ہیں۔ وہ اِنسانی تعلقات میں (یعنی دُوسرے لوگوں کے لئے) بہت سے عمدہ کام کرتے ہیں، مگر وہ یہ سب اِس لئے نہیں کرتے کہ اُن کے دِلوں میں خدا کے لئے خالص اور کامل محبت ہو، جسے جوناتھن ایڈورڈز نے "روشن خیال خودغرضی" کہا تھا، مگر وہ پھر بھی خودغرضی ہی رہتی ہے۔

مَیں نے ایک مرتبہ ایک المناک آگ کی کہانی سنی۔ ایک عمارت میں آگ لگ گئی تھی اور اُس آگ میں پھنسے ہوئے لوگوں کو بچانے کے لئے جلدی کی گئی۔ آگ بجھانے والے اندر گئے اور جتنے لوگوں کو وہ نکال سکتے تھے نکال لائے، مگر جلد ہی عمارت میں دوبارہ داخل ہونا بہت خطرناک ہو گیا۔ پھر اُنہیں معلوم ہوا کہ عمارت کے اندر ایک بچہ پھنس گیا ہے۔ تماشائیوں کے ہجوم میں سے ایک آدمی خطرے کی پرواہ کئے بغیر عمارت کے اندر دوڑ گیا اور سڑک پر موجود سب لوگ اُس کے لئے خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ چند لمحوں بعد وہ زندہ اور محفوظ واپس آیا اور اُس کے بازوؤں میں ایک گٹھڑی تھی۔ لوگ بدستور خوشی کا اِظہار کرتے رہے، کیوں کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ اُس نے بچے کو بچا لیا ہے۔ مگر پھر اُنہیں معلوم ہوا کہ وہ اپنی ساری جمع پونجی باہر لے آیا تھا اور اُس نے بچے کو مرنے کے لئے اندر ہی چھوڑ دیا تھا۔

مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی غیر اِیمان دار کسی بچے کو بچانے کے لئے عمارت میں لگی آگ میں شاید اپنی جان کی قربانی دے کر بھی کُود جائے۔ یہ سماجی نیکی ہے جو اُس

فطری فکر سے پیدا ہوتی ہے جو ہمیں ایک دُوسرے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر ایسی ظاہری نیکی کافی نہیں ہوتی۔ جب خدا کسی اِنسانی عمل کو دیکھتا ہے تو وہ پوچھتا ہے: "کیا یہ کام ایسے دِل سے نکلا ہے جو مجھ سے پوری محبت رکھتا ہے؟"۔ یسوع مسیح کے حکم کو یاد رکھیں: "خُداوند اپنے خُدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ" (لوقا ۱۰:۲۷)۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ظاہری طور پر شریعت کی فرماں برداری کرے مگر اُس کا دِل مکمل طور پر خدا کے لئے وقف نہ ہو تو اُس شخص کی نیکی داغ دار ہو جاتی ہے۔ اِسی لئے اوگسطین نے کہا تھا کہ "ہماری بہترین نیکیاں بھی دراصل چمک دار برائیاں ہیں"۔ جب تک ہم اِس فانی بدن میں ہیں، گناہ ہمارے ہر کام کو آلودہ کر دیتا ہے۔ یہی وہ بات تھی جسے وہ دولت مند جوان حاکم سمجھ نہیں سکا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اُس نے شریعت کے سب تقاضوں کو پورا کر دیا ہے۔

نئے عہد نامے میں پولُس رسول خبر دار کرتا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو اپنے ہی معیار سے جانچتے ہیں وہ دانا نہیں ہیں (۱۔کرنتھیوں ۱۰:۱۲)۔ ہم ایک دُوسرے کے اَعمال کو دیکھتے اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اگر ہم اپنے آپ کو زِنا، قتل، خیانت یا اِسی طرح کے کسی بڑے گناہ سے بچائے رکھیں تو ہم اچھا کر رہے ہیں۔ چونکہ ہمیں ہمیشہ ایسے لوگ مِل جاتے ہیں جو ہم سے زیادہ گنہگار ہوتے ہیں، اِس لئے ہمارے لئے یہ نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے کہ ہم تو کافی اچھے ہیں۔

ایسا ہی ذہن اُس دولت مند جوان حاکم کا تھا جو یسوع مسیح کے پاس آیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یسوع مسیح ایک نیک آدمی ہے۔ مگر یسوع مسیح نے اُسے وہیں روک دیا اور اُسے شریعت یاد دلائی: "تُو حکموں کو تو جانتا ہے۔ زِنا نہ کر۔ خُون نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھُوٹی گواہی نہ دے۔ اپنے

باپ کی اور ماں کی عزّت کر" (آیت ۲۰)۔ اِس سے اُس آدمی کی شریعت کے بارے میں سطحی سمجھ ظاہر ہو گئی۔ اُس نے کہا: "اُس نے کہ مَیں نے لڑکپن سے اِن سب پر عمل کِیا ہے" (آیت ۲۱)۔ دُوسرے لفظوں میں وہ کہہ رہا تھا کہ اُس نے اپنی ساری زِندگی دس احکام کی فرماں برداری کی ہے۔

یسوع مسیح یہ بھی کہہ سکتا تھا: "شاید تو اُس وقت موجود نہیں تھا جب مَیں نے پہاڑی وعظ میں اِن احکام کے گہرے مفہوم کو بیان کیا تھا۔ تُو نے وہ تعلیم نہیں سنی"۔ یا وہ سیدھا اُس آدمی سے یہ بھی کہہ سکتا تھا: "آج صبح بستر سے اُٹھنے کے بعد سے تُو نے اِن میں سے کسی حکم پر بھی عمل نہیں کیا"۔ لیکن اُس نے اِس آدمی کو اُس کی غلطی دِکھانے کے لئے ایک خوب صورت تعلیمی طریقہ اِختیار کیا۔ اُس نے کہا: "ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے۔ اپنا سب کُچھ بیچ کر غرِیبوں کو بانٹ دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ مِلے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے" (آیت ۲۲)۔

اِس مقام پر یسوع مسیح نجات کا کوئی نیا طریقہ نہیں سکھا رہا تھا۔ وہ یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ ہم اپنا مال غریبوں کو دے کر نجات پا سکتے ہیں۔ نہ ہی وہ لوگوں کے لئے یہ عام حکم دے رہا تھا کہ وہ اپنی ساری ذاتی ملکیت چھوڑ دیں۔ وہ اِس خاص آدمی سے بات کر رہا تھا، ایک ایسے دولت مند آدمی سے جس کا دِل اُس کی دولت نے پوری طرح قابو میں کر لیا تھا۔ اُس کی دولت ہی اُس کا خدا اور اُس کا معبود بن چکی تھی۔ اصل میں یسوع مسیح اُس سے یہ کہہ رہا تھا: "تُو کہتا ہے کہ تُو نے دس احکام کی فرماں برداری کی ہے"۔ اچھا! آؤ پہلے حکم کا جائزہ لیتے ہیں: "میرے حضور تُو غیر معبودوں کو نہ ماننا" (خروج ۲۰:۳)۔ جا، جو کُچھ تیرے پاس ہے سب بیچ دے۔ اِس کے بعد وہ

آدمی جو چند لمحے پہلے بہت جوش میں تھا سر ہلانے لگا۔ وہ غمگین ہو کر وہاں سے چلا گیا، کیوں کہ وہ بہت دولت مند تھا(آیت ۲۳)۔

وہ ساری گفتگو دراصل نیکی کے بارے میں تھی۔ کیا ہمارے اندر اِتنی نیکی، اِتنی راست بازی موجود ہے کہ ہم ایک مقدّس خدا کے تقاضوں کو پورا کر سکیں؟ نئے عہد نامے کا ہر صفحہ اِس حقیقت کی گواہی دیتا ہے کہ ہماری تمام راست بازی ناپاک لباس کی مانند ہے(یسعیاہ ۶:۶۴)۔ جو شخص اپنی راست بازی پر بھروسا کرتا ہے کہ وہ اُس کے ذریعے نجات پائے گا، اُس کا یقین جھوٹا یقین ہے۔ ہم نجات پانے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے، کیوں کہ ہم نکمے نوکر ہیں(لوقا ۱۷:۱۰)۔

کہانتی نظام

تیسری عام غلطی جو جھوٹا یقین پیدا کرتی ہے وہ کہانتی نظام ہے۔ یہ وہ نظریہ ہے کہ نجات کہانت کے وسیلے سے، کلیسیائی مقدّس رسومات کے وسیلے سے یا کلیسیا کے وسیلے سے حاصل ہوتی ہے۔ لوگ بپتسمہ، عشائے ربانی یا دُوسری غیر بائبلی رسُومات کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”مَیں اِن مقدّس رسُومات میں شامل ہوا ہوں، جو کہ فضل کے وسائل ہیں۔ مَیں اپنا یقین اِس بات سے حاصل کرتا ہوں کہ مَیں نے مقدّس رسومات کا تجربہ کیا ہے“۔

یہ وہی غلطی ہے جو بائبل کے زمانے میں فریسیوں نے کی تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ اُن کا ختنہ ہوا ہے، اِس لئے خدا کی بادشاہی میں اُن کی جگہ یقینی ہے۔

یہ بائبلی مقدّس رسُومات اِنتہائی اہم ہیں۔ وہ ہماری نجات کے لئے خدا کے وعدوں کو ہم تک پہنچاتی ہیں۔ مزید یہ کہ وہ فضل کے وسائل ہیں جو ہماری مسیحی زِندگی میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ لیکن مقدّس رسومات نے کبھی کسی کو نجات نہیں دی اور جو کوئی مقدّس رسُومات پر بھروسا

کرتا ہے اُس کے پاس نجات کا جھوٹا یقین ہوتا ہے، کیوں کہ وہ ایسی چیز پر بھروسا کر رہا ہوتا ہے جو نہ نجات دیتی ہے اور نہ نجات دے سکتی ہے۔

اِس سے گہرے طور پر منسلک ایک اَور خیال بھی ہے جسے بہت سے لوگ مانتے ہیں کہ نجات پانے کے لئے اِنسان کو صرف کسی کلیسیا کا رُکن بن جانا کافی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ کلیسیا میں شامل ہونا اُنہیں مسیح کے ظاہری بدن میں شامل کر دیتا ہے، اِس لئے وہ لازماً نادِیدنی کلیسیا کا بھی حصہ ہوں گے۔ چناں چہ وہ اپنا اِعتماد اپنی کلیسیائی رُکنیت پر رکھتے ہیں۔ لیکن کلیسیائی رُکنیت کسی کو راست باز نہیں ٹھہراتی، یہ بھی یقین حاصل کرنے کا ایک ناجائز اور غلط طریقہ ہے۔

آخر میں نام نہاد بشارتی دُنیا میں بھی جھوٹے یقین کے چند اور ذرائع پائے جاتے ہیں: گنہگار کی دُعا کرنا، کسی بشارتی اِجتماع میں ہاتھ اُٹھانا، توبہ کی دعوت کے وقت آگے آنا، یا یسوع مسیح کے لئے اپنے دِل میں کوئی فیصلہ کرنا۔ یہ سب طریقے یا تدابیر ہیں جو لوگوں کو توبہ اور اِیمان کی طرف بلانے کے لئے اِستعمال کی جاتی ہیں۔ خطرہ یہ ہے کہ جو لوگ دُعا کرتے ہیں، ہاتھ اُٹھاتے ہیں، آگے آتے ہیں، یا کوئی فیصلہ کرتے ہیں، وہ بعض اوقات اُسی خاص عمل پر بھروسا کرنے لگتے ہیں۔ ظاہری اِقرار دھوکا دینے والے ہو سکتے ہیں۔ کوئی شخص اِقرار کے ظاہری اَعمال تو اَنجام دے سکتا ہے مگر اُس کے اندر نجات کی حقیقی حالت موجود نہیں ہوتی۔

جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں، بہت سے طریقے ہیں جن کے ذریعے جھوٹا یقین پیدا ہو سکتا ہے۔ اگلے باب میں ہم اِس بات پر گفتگو کریں گے کہ یقین کی اِن باطل صورتوں سے کیسے بچا جا سکتا ہے اور اُن پر کیسے قابو پایا جا سکتا ہے اور ہم اُن جائز طریقوں پر غور کرنا شروع کریں گے جن کے ذریعے بائبلی اور حقیقی یقین حاصل کیا جا سکتا ہے۔

چوتھا باب

سچا یقین حاصل کرنا

جب مَیں سیمنری میں تھا تو میرے ہم جماعتوں میں سے ایک نے طلبہ اور اَساتذہ سے یہ سوال کیا کہ کیا وہ اپنی نجات کے بارے میں یقین رکھتے ہیں۔ جواب دینے والوں میں سے نوّے فیصد سے زیادہ نے کہا کہ وہ اپنی نجات کے بارے میں یقین نہیں رکھتے۔ مزید بر آں، اُن کا خیال تھا کہ اگر کوئی شخص اپنی نجات کے بارے میں یقین کا دعویٰ کرے تو یہ گھمنڈ سمجھا جائے گا۔ اُن کی نظر میں یقین کا تصوُّر کسی خوبی کے طور پر نہیں بلکہ ایک عیب کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ نجات کے یقین کی جستجو تک کو منفی مفہوم کے ساتھ لیا جاتا تھا، کیوں کہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایسا کرنے سے اِنسان میں غرور پیدا ہو جائے گا۔

یقیناً اِس سے بڑھ کر کوئی گھمنڈ نہیں کہ اِنسان کسی ایسی چیز کا یقین رکھے جو حقیقت میں اُس کے پاس موجود ہی نہ ہو۔ جب کوئی شخص اُس وقت نجات کے بارے میں یقین ظاہر کرے جب وہ دراصل نجات کی حالت میں نہ ہو تو یہ تکبر ہے۔ اِسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ یقین ممکن ہی نہیں تو بھی ہم گھمنڈ کے مرتکب ہوتے ہیں، کیوں کہ اُس صورت میں ہم خود خدا کی سچائی پر جھوٹا اِلزم لگاتے ہیں۔ اگر یقین دِہانی ممکن ہے تو پھر ہم اُس وقت بھی تکبر کے مرتکب ہوتے ہیں جب ہم اُسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

جب ہم جھوٹی یقین دہانی کے ذرائع پر غور کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے اہم مسائل میں سے ایک نجات کے تقاضوں کی غلط فہمی ہے۔ دُوسرے لفظوں میں، ناقص علمِ الٰہی جھوٹے یقین کو جنم دے سکتی ہے۔ اِسی طرح دُرُست علمِ الٰہی حقیقی یقین کی طرف راہ نُمائی کرتا ہے۔ لہٰذا جب ہم اِس بات کی تحقیق کا آغاز کرتے ہیں کہ ہم اپنی نجات کے یقین کے لئے کس طرح ایک حقیقی اور مضبوط بنیاد حاصل کر سکتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں علمِ الٰہی کی طرف دیکھنا ہو گا۔

یقین حاصل کرنے کا حکم

یقین کی جستجو کے سلسلے میں کتابِ مقدّس کا ایک نہایت اہم حوالہ ۲۔پطرس ۱:۱۰-۱۱ ہے، جہاں ہم پڑھتے ہیں: "پَس اَے بھائیو! اپنے بُلاوے اور برگُزیدگی کو ثابِت کرنے کی زِیادہ کوشِش کرو کیوں کہ اَیسے کرو گے تو کبھی ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔ بلکہ اِس سے تم ہمارے خُداوند اور منّجی یسوع مسیح کی اَبدی بادشاہی میں بڑی عزّت کے ساتھ داخِل کِئے جاؤ گے "۔ یہاں رسُولی حکم بالکل واضح ہے کہ ہم اپنی برگزیدگی کے یقین کی تحقیق کریں اور یہ کام کسی لاپرواہی یا سرسری انداز میں نہ کریں۔ بلکہ ہمیں سنجیدہ کوشش کے ساتھ اپنے بلائے جانے اور اپنی برگزیدگی کو یقینی بنانا ہے۔ پطرس رسُول ہمیں بتاتا ہے کہ یہ نہایت اہم بات ہے اور پھر وہ اِس اَمر کی عملی وجوہات بھی بیان کرتا ہے کہ ہم کیوں پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنے بلائے جانے اور برگزیدگی کو یقینی بنانے کی کوشش کریں۔

پطرس برگزیدگی کے اِس تصوُّر کے بارے میں نہایت فکرمند ہے۔ اُس کا پہلا خط "اُن برگزیدہ مسافروں" کے نام لکھا گیا ہے (۱۔پطرس ۱:۱)۔ وہ برگزیدوں کو لکھتا ہے اور اُنہیں یہ

تعلیم دیتاہے کہ برگزیدہ ہونے کا کیا مطلب ہے۔ پطرس واضح کرتا ہے کہ ہماری رُوحانی زِندگی کے سفر میں برگزیدگی کی صورت کیسی ہونی چاہئے۔ اِسی لئے دُوسرے خط میں، جب وہ اُنہی لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے تو اُنہیں یاد دِلاتا ہے کہ اپنی برگزیدگی کو یقینی بنانا کس قدر اہم ہے۔

پطرس کی جانب سے "برگزیدگی" کا ذِکر نہایت اہم ہے، کیوں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے ہم علمِ اِلٰہی کے دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ برگزیدگی پر اِیمان نہیں رکھتے، جبکہ وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یہ ایک بائبلی تصوّر ہے۔ دُوسرے لوگ سوال کرتے ہیں: "آپ کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ برگزیدہ ہیں یا نہیں؟"۔ مَیں اُن لوگوں سے جو برگزیدگی کے تصوّر کے بارے میں کشمکش میں مبتلا ہوتے ہیں یہ کہتا ہوں کہ مسیحی زِندگی میں اِس سوال سے زیادہ اہم کوئی اَور سوال نہیں جس کا حل تلاش کیا جائے کہ ہمارا شمار برگزیدوں میں ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہمیں برگزیدگی کی دُرُست سمجھ حاصل ہو اور ہم یہ جانتے ہوں کہ ہمارا شمار برگزیدوں میں ہوتا ہے تو یہ علم ہمیں غیر معمولی تسلی فراہم کرتا ہے جب ہم ڈرتے اور کانپتے ہوئے اپنی نجات کے کام کو اَنجام دیتے ہیں (فلپیوں ۲:۱۲) اور جب ہم اپنی مسیحی زِندگی میں اُن مختلف دُکھوں کا سامنا کرتے ہیں جو ہمارے سامنے آتی ہیں (۲۔ تیمتھیس ۳:۱۲)۔

2۔ تیمتھیس ۱:۱۲ میں پولس رسُول لکھتا ہے: "اِسی باعث سے مَیں یہ دُکھ بھی اُٹھاتا ہُوں لیکِن شرماتا نہیں کیوں کہ جِس کا مَیں نے یقین کِیا ہے اُسے جانتا ہُوں اور مُجھے یقین ہے کہ وہ میری امانت کی اُس دِن تک حِفاظت کر سکتا ہے"۔ یہاں پولُس اپنے مستقبل کے بارے میں اپنے یقین کا ذِکر کرتا ہے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اُس نے اپنا اِیمان کس پر رکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ دوڑ کے اِختتام تک ثابت قدم رہنے کے لئے اپنی ذاتی قوت پر بھروسا نہیں کرتا۔ بلکہ اُس کا یقین

اُس ہستی پر قائم ہے جس پر اُس نے اِیمان رکھا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہی اُسے محفوظ رکھنے کی قدرت رکھتی ہے۔ یہی وہ یقین ہے جس کے بارے میں پطرس ہمیں تاکید کرتا ہے کہ ہم پوری سنجیدگی اور کوشش کے ساتھ اُس کی جستجو کریں۔

اگر ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی برگزیدگی کو یقینی بنائیں تو اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہم اپنی برگزیدگی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ جاننا ممکن ہے کہ ہمارا شمار برگزیدوں میں ہوتا ہے یا نہیں۔ اِس لئے ہمیں اپنی زِندگی کے آخری حصے تک یقین کی جستجو کو ملتوی نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ہمیں اب بھی پوری سنجیدگی کے ساتھ اُس کی جستجو کرنی چاہئے۔ ہمیں اِس بات کو طے کر لینا چاہئے کہ ہمارا شمار برگزیدوں میں ہوتا ہے، ہم خدا کی بادشاہی کا حصہ ہیں، ہمیں باپ کے گھرانے میں لے پالک بنایا گیا ہے اور یہ کہ ہم حقیقی طور پر مسیح میں ہیں اور وہ ہم میں ہے۔ لیکن ہم یہ کیسے کریں؟ برگزیدگی کے عقیدے کی دُرُست سمجھ حاصل کرنا اِس سلسلے کا نہایت اہم پہلا قدم ہے۔

برگزیدگی کے پیشگی علم کا نظریہ

جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ آج بہت سے لوگ اِلٰہی برگزیدگی کے تصوُّر کے مخالف ہیں اور یہی مخالفت برگزیدگی کے مفہوم کے بارے میں مختلف نظریات کو جنم دیتی ہے۔ مثال کے طور پر، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نجات ہی ہماری برگزیدگی کی بنیاد ہے۔ اِس نقطۂ نظر کے مطابق (کسی حد تک) نجات برگزیدگی سے پہلے آتی ہے۔ اِسے برگزیدگی کے پیشگی علم کے نظریے کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جو لوگ برگزیدگی کے بارے میں اِس نظریے کو مانتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا نجات کے لئے اُن لوگوں کو برگزیدہ کرتا ہے جو نجات بخش اِیمان کا اِظہار کریں گے۔ اپنے پیشگی علم کے باعث خدا وقت کی سرنگ میں دیکھتا ہے کہ کون خوش خبری کی پیشکش کا مثبت جواب دے گا اور کون نہیں دے گا۔ خوش خبری کے پیغام کے جواب میں لوگ کیا کریں گے، اِس پیشگی علم کی بنیاد پر وہ اپنی برگزیدگی کا فرمان صادِر کرتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ لوگ اِیمان لا رہے ہیں اور نجات کی حالت میں داخل ہو رہے ہیں تو وہ اُسی بنیاد پر اُنہیں برگزیدہ کرتا ہے۔

مَیں یہ نہیں مانتا کہ برگزیدگی کے بارے میں یہ نظریہ بائبلی ہے یا یہ برگزیدگی کی صحیح وضاحت کرتا ہے۔ دراصل میرا خیال ہے کہ یہ بنیادی طور پر برگزیدگی کے بارے میں بائبلی تعلیم کی تردِید کرتا ہے۔ مَیں ایسا اِس لئے کہتا ہوں کیوں کہ برگزیدگی کے پیشگی علم کا یہ نقطۂ نظر نجات کے فیصلے کا آخری سبب خدا کے فضل اور رحم کی بجائے اُس چیز کو بنا دیتا ہے جو ہم کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جو لوگ برگزیدگی کے اِس پیشگی علم کے نظریے کو اِختیار کرتے ہیں وہ اکثر اپنے یقین کے بارے میں کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں، کیوں کہ اُن کا یقین آخر کار اُن کی اپنی کارکردگی سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ مَیں کتابِ مقدّس کو سمجھتا ہوں، برگزیدگی نجات کے لئے ہے۔ اِس نقطۂ نظر کے مطابق اگر آپ برگزیدہ ہیں تو آپ ضرور نجات پائیں گے اور اگر آپ نجات یافتہ ہیں تو یہ اِس بات کی واضح علامت ہے کہ آپ کا شمار برگزیدوں میں ہوتا ہے۔ مَیں اِسے ایک اَور طریقے سے بیان کرتا ہوں: کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو نجات یافتہ ہو مگر برگزیدہ نہ ہو، اور کوئی بھی ایسا شخص نہیں جو برگزیدہ ہو مگر نجات سے محروم رہ جائے۔ نجات برگزیدگی سے صادِر ہوتی ہے، اِس لئے

اگر ہم اپنی نجات کے بارے میں یقین چاہتے ہیں تو ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمارا شمار برگزیدوں میں ہوتا ہے یا نہیں۔

پطرس کی تعلیم میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کس قدر اہم بات ہے کہ ہم اپنے بلائے جانے اور برگزیدگی کو یقینی بنانے میں پوری سنجیدگی سے کوشش کریں۔ اگر ہمیں یقین ہو کہ ہمارا شمار برگزیدوں میں ہوتا ہے تو ہم اپنی نجات کے بارے میں نہ صرف آج بلکہ مستقبل کے لئے بھی یقین رکھ سکتے ہیں۔ یہ اِس لئے دُرُست ہے کیوں کہ برگزیدگی محض نجات کو ممکن نہیں بناتی بلکہ برگزیدوں کی نجات کی ضمانت دیتی ہے۔ دُوسرے لفظوں میں، برگزیدگی میں خدا کا مقصد یہی ہے کہ وہ برگزیدوں کو نجات بخشے۔ یہ مقصد نہ کبھی ناکام ہو سکتا ہے اور نہ ہی ناکام ہو گا۔

کتابِ مقدّس میں ایک ایسا حوالہ ہے جس سے مجھے بڑی تسلی ملتی ہے، اگرچہ عموماً اِس موضوع کے تناظر میں اُس کا ذِکر نہیں کیا جاتا۔ یہ حوالہ یوحنا کی اِنجیل میں پایا جاتا ہے، جہاں یسوع مسیح اپنے شاگردوں اور اُن لوگوں کے لئے جو آئندہ نسلوں میں اُس پر اِیمان لائیں گے بحیثیتِ سردار کاہن اپنی دُعا کے درمیان اُن کے لئے دُعا کرتا ہے۔ درحقیقت یہ حوالہ صدیوں سے کلیسیا کے لئے بڑی حوصلہ اَفزائی کا باعث رہا ہے۔ یسوع مسیح فرماتا ہے:

”مَیں نے تیرے نام کو اُن آدمیوں پر ظاہِر کِیا جِنہیں تُو نے دُنیا میں سے مُجھے دِیا۔ وہ تیرے تھے اور تُو نے اُنہیں مُجھے دِیا اور اُنہوں نے تیرے کلام پر عمل کِیا ہے۔ اب وہ جان گئے کہ جو کچھ تُو نے مُجھے دِیا ہے وہ سب تیری ہی طرف سے ہے۔ کیوں کہ جو کلام تُو نے مُجھے پہُنچایا وہ مَیں نے اُن کو پہُنچا دِیا اور اُنہوں نے اُس کو قُبول کِیا اور سچ جان لِیا کہ مَیں تیری طرف سے نِکلا ہُوں اور وہ اِیمان لائے کہ تُو ہی نے مُجھے بھیجا۔ مَیں اُن کے لِئے دَرخواست کرتا ہُوں مَیں دُنیا کے لِئے

دَرخواست نہیں کرتا ہُوں بلکہ اُن کے لِئے جنہیں تُونے مُجھے دِیا ہے کیوں کہ وہ تیرے ہیں۔ اور جو کُچھ میرا ہے وہ سب تیرا ہے اور جو تیرا ہے وہ میرا ہے اور اِن سے میرا جلال ظاہِر ہُوا ہے۔ مَیں آگے کو دُنیا میں نہ ہُوں گا مگر یہ دُنیا میں ہیں اور مَیں تیرے پاس آتا ہُوں۔ اَے قُدُّوس باپ! اپنے اُس نام کے وسیلہ سے جو تُونے مُجھے بخشا ہے اُن کی حِفاظت کر تا کہ وہ ہماری طرح ایک ہُوں۔ جب تک مَیں اُن کے ساتھ رہا مَیں نے تیرے اُس نام کے وسیلہ سے جو تُونے مُجھے بخشا ہے اُن کی حِفاظت کی۔ مَیں نے اُن کی نگہبانی کی اور ہلاکت کے فرزند کے سِوا اُن میں کوئی ہلاک نہ ہُوا تا کہ کِتابِ مقدّس کا لکِھا پُورا ہو" (یوحنا ۱۷:۶-۱۲)۔

اِس دُعا میں یسوع مسیح فرماتا ہے کہ باپ نے لوگوں کے ایک خاص گروہ کو اُسے دیا ہے۔ یہ لوگ بیٹے کے وسیلے سے مخلصی پاتے ہیں، کیوں کہ جن لوگوں کو باپ بیٹے کو دیتا ہے وہ سب بیٹے کے پاس آتے ہیں اور وہ اُنہیں محفوظ رکھتا ہے (یوحنا ۶:۳۷، ۳۹-۴۰، ۴۴)۔ جب یسوع مسیح اُن لوگوں کا ذِکر کرتا ہے جو باپ کی طرف سے اُسے دیئے گئے ہیں تو وہ دراصل برگزیدوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ وہ برگزیدہ جنہیں باپ بیٹے کو دیتا ہے، بیٹا ہی اُنہیں محفوظ رکھتا ہے۔

یہی ہمارے حقیقی یقین کی بنیاد ہے، نہ کہ ہماری اپنی اِستقامت کی صلاحیت۔ ہم مقدّسوں کی اِستقامت کے بارے میں بات کرتے ہیں اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ مقدّسین واقعی استقامت رکھتے ہیں، لیکن وہ اِس لئے ثابت قدم رہتے ہیں کیوں کہ خدا اُنہیں محفوظ رکھتا ہے۔ اِس لئے مقدّسوں کی اِستقامت کے بجائے مقدّسوں کی محافظت کا ذِکر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ یہ

بات ہم اُس وقت سُنتے ہیں جب یسوع مسیح باپ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اُن لوگوں کو محفوظ رکھے جو اُسے دیئے گئے ہیں۔

نجات کی ترتیب

جب ہم برگزیدگی اور نجات کے باہمی تعلق پر مزید غور کرتے ہیں تو ہمیں اُس بات پر توجہ دینی پڑتی ہے جسے علمِ اِلٰہی کے علما"نجات کی ترتیب"(ordo salutis) کہتے ہیں۔"نجات کی ترتیب" سے مراد اُن مختلف مراحل کی ترتیب ہے جن کے ذریعے ہمیں نجات حاصل ہوتی ہے اور یہاں خاص طور پر زمانی ترتیب کے بجائے منطقی ترتیب مراد ہوتی ہے۔

اِس اِمتیاز سے میری مراد یہ ہے: ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ ہم صرف اِیمان کے وسیلے سے راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ لیکن جب ہمیں حقیقی نجات بخش اِیمان حاصل ہوتا ہے تو کتنی دیر بعد ہم راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں؟ کیا پانچ سیکنڈ بعد، پانچ منٹ بعد، پانچ مہینے بعد، یا پانچ سال بعد؟ نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ زمانی اِعتبار سے اِیمان اور راست باز ٹھہرایا جانا ایک ہی وقت میں واقع ہوتے ہیں۔ جس لمحے ہمیں حقیقی اِیمان حاصل ہوتا ہے، اُسی لمحے خدا ہمیں راست باز ٹھہرائے ہوئے لوگوں کے طور پر قبول کرتا ہے۔ پھر بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ اِیمان راست باز ٹھہرائے جانے سے پہلے آتا ہے، اگرچہ یہ دونوں ایک ہی وقت میں واقع ہوتے ہیں۔ منطقی اِعتبار سے اِیمان راست باز ٹھہرائے جانے سے مقدّم ہے۔ دُوسرے لفظوں میں، چونکہ ہمارا راست باز ٹھہرایا جانا اِیمان پر منحصر ہے اور اُسی پر قائم ہے، اِس لئے اِیمان ایک لازمی شرط ہے جس کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ راست باز ٹھہرایا جانا ممکن ہو۔ پس اِیمان راست باز ٹھہرائے جانے کے لئے منطقی طور پر ضروری ہے۔ یہ راست باز ٹھہرائے جانے سے پہلے آتا ہے، وقت کے لحاظ سے نہیں

بلکہ منطقی ضرورت کے اِعتبار سے۔ لہٰذا جب ہم نجات کے مراحل کی ترتیب کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ہماری نظر اُن اِمتیازی نشانات پر ہوتی ہے جو منطقی ضرورت کی بنیاد پر لازمی شرائط کے اِعتبار سے قائم ہوتے ہیں۔

رومیوں ۸ باب میں ہمیں نئے عہد نامے کی نہایت مشہور اور خوب صورت آیات میں سے ایک ملتی ہے: "اور ہم کو معلُوم ہے کہ سب چیزیں مِل کر خُدا سے محبت رکھنے والوں کے لِئے بھلائی پیدا کرتی ہیں یعنی اُن کے لِئے جو خُدا کے اِرادہ کے مُوافِق بُلائے گئے" (آیت ۲۸)۔ غور کریں کہ یہ وعدہ کہ سب چیزیں مِل کر بھلائی پیدا کرتی ہیں اُن لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے محبت رکھتے ہیں، یعنی اُن کے لِئے جو خُدا کے اِرادہ کے مُوافِق بُلائے گئے۔

یہ ایک خاص قِسم کی بلاہٹ ہے۔ کتابِ مقدّس اُس بلاہٹ کا بھی ذِکر کرتی ہے جو خوش خبری کے وسیلے سے سب لوگوں تک پہنچتی ہے، جسے ہم ظاہری بلاہٹ یا بیرونی بلاہٹ کہتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو اِس بلاہٹ کو سُنتا ہے نجات نہیں پاتا۔ ہم باطنی بلاہٹ کا بھی ذِکر کرتے ہیں، یعنی خدا کی وہ بلاہٹ جو اِنسان کے اندر، اُس کے دِل میں واقع ہوتی ہے۔ یہ خدائے رُوح القدس کا کام ہے اور یہ بلاہٹ مؤثر ہوتی ہے۔ اِس بلاہٹ میں رُوح القدس اِیمان داروں کے دِلوں کو کھولتا ہے اور اُن کے دِلوں کے اندر کام کرتے ہوئے خدا کے مقصد کو پورا کرتا ہے۔ رومیوں ۲۸:۸ میں پولُس رسول اِسی بلاہٹ کی طرف اِشارہ کرتا ہے۔ بعد کی آیات میں یہ بات نہایت واضح ہو جاتی ہے کہ تمام برگزیدہ اِس باطنی بلاہٹ کو حاصل کرتے ہیں۔

آیئے ۲۹ آیت کے پہلے حصے پر غور کریں: "کیوں کہ جِن کو اُس نے پہلے سے جانا اُن کو پہلے سے مُقرّر بھی کِیا کہ اُس کے بیٹے کے ہمشکل ہوں تاکہ وہ بہُت سے بھائیوں میں پہلوٹھا

ٹھہرے"۔ یہاں پولُس رسول نجات کے بارے میں خدا کے مقاصد کا ذِکر کرتا ہے اور وہ اپنی بات کا آغاز خدا کے علمِ سابق کے ذِکر سے کرتا ہے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ جنہیں خدا نے پہلے سے جانا اُنہیں اُس نے پہلے سے مقرر بھی کیا۔ اِس پیش تقرری کا کیا مقصد تھا؟ اِس کا مقصد یہ تھا کہ جنہیں خدا نے پہلے سے جانا وہ مسیح کی مانند بنتے جائیں۔

آیت ۳۰ میں ہم اُس چیز کا بیان دیکھتے ہیں جسے ہم "نجات کی سنہری زنجیر" کہتے ہیں: "اور جِن کو اُس نے پہلے سے مُقرّر کِیا اُن کو بُلایا بھی اور جِن کو بُلایا اُن کو راست باز بھی ٹھہرایا اور جِن کو راست باز ٹھہرایا اُن کو جلال بھی بخشا"۔ یہ نجات کے مراحل کی ترتیب کا ایک مختصر بیان ہے۔ نجات میں اِن باتوں کے علاوہ بھی کئی پہلو موجود ہیں جن کا یہاں ذِکر نہیں کیا گیا۔ گویا رومیوں ۸:۳۰ میں بنیادی نکات بیان کئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، تقدیس اِس فہرست میں شامل نہیں ہے۔ بلکہ ۲۹ آیت کی طرف واپس جاتے ہوئے اِس فہرست میں یہ مراحل شامل ہیں: اوّل، پہلے سے جاننا؛ دوم، پہلے سے مقرر کرنا؛ سوم، بلاہٹ؛ چہارم، راست باز ٹھہرایا جانا؛ پنجم، جلال بخشا جانا۔

نجات کی بابت ہمارے یقین کی دُرُست سمجھ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم نجات کی اِس ترتیب کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جیسا کہ مَیں پہلے ذِکر کر چکا ہوں، پولُس رسول یہاں منطقی ترتیب کی طرف اِشارہ کرتا ہے اور یہ پیشگی علم سے شروع ہوتی ہے۔ برگزیدگی کے پیشگی علم کے نظریے کو، جس کا مَیں پہلے ذِکر کر چکا ہوں، اِس لئے مقبولیت حاصل ہے کیوں کہ لوگ اِس متن پر آ کر کہتے ہیں: "آہا!"۔ پہلا مرحلہ پیشگی علم ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ برگزیدگی یا پیش تقرری کسی ایسی بات پر مبنی ہے جسے خدا لوگوں کے بارے میں پہلے سے جانتا ہے۔ لیکن متن ایسا

نہیں کہتا۔ دراصل جب پولُس رومیوں ۹ میں اِس موضوع کی مزید وضاحت کرتا ہے تو وہ اِس اِمکان کو ردّ کر دیتا ہے۔ برگزیدگی کے بارے میں اِصلاحی تفہیم کے مطابق وہ لوگ جو خدا کے فرمان و فیصلے کے مطابق برگزیدہ ہیں کوئی بے نام یا بے شناخت افراد نہیں ہیں۔ جب خدا کسی کو برگزیدہ کرتا ہے تو اُسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس کو برگزیدہ کر رہا ہے۔ اِس لئے پیشگی علم کا پیش تقرری سے پہلے ہونا ضروری ہے، کیوں کہ خدا اُن مخصوص افراد کو پہلے سے مقرر کرتا ہے جن سے وہ محبت کرتا اور جنہیں وہ چُنتا ہے۔

اگلا منطقی مرحلہ پیش تقرری ہے۔ پولُس رسول ہمیں بتاتا ہے کہ جنہیں خدا نے پہلے سے جانا اُنہیں اُس نے پہلے سے مقرر بھی کیا۔ اگرچہ یہ بات یہاں واضح طور پر بیان نہیں کی گئی، لیکن یہ صریح طور پر بیان ہے کہ جن سب کو خدا نے پہلے سے جانا ہے اُنہیں اُس نے پیشگی مقرر بھی کیا ہے۔ یقیناً خدا کا پیشگی علم عمومی طور پر تمام لوگوں کو شامل کرتا ہے، نہ کہ صرف برگزیدہ لوگوں کو۔ مگر یہاں پولُس خدا کے اُس پیشگی علم کی بابت گفتگو کر رہا ہے جو اُس کے برگزیدوں سے متعلق ہے۔ ہمیں یہ بات کیسے معلوم ہوتی ہے؟ اِس لئے کہ پولُس اِعلان کرتا ہے کہ جن سب کو خدا نے پہلے سے جانا، اُس معنی میں جس میں یہاں اُنہیں پہلے سے جانا گیا ہے، وہ سب پہلے سے مقرر کئے گئے ہیں اور جو سب پہلے سے مقرر کئے گئے ہیں وہ بلائے گئے ہیں اور جو سب بلائے گئے ہیں وہ راست باز ٹھہرائے گئے ہیں۔ یہی وہ نہایت اہم نکتہ ہے۔ اگر وہ سب جو بلائے گئے ہیں تو راست باز بھی ٹھہرائے گئے ہیں، تو پولُس ہرگز یہاں ظاہری بلاہٹ کی طرف اِشارہ نہیں کر رہا۔ وہ لازماً باطنی بلاہٹ کی بابت بیان کر رہا ہے، کیوں کہ وہ سب جو اِس خاص بلاہٹ کو حاصل کرتے

ہیں وہ راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں، بالکل اُسی طرح جیسے وہ سب جو راست باز ٹھہرائے گئے ہیں جلال پاتے ہیں۔

پس اگر مَیں یہ جاننا چاہوں کہ آیا مَیں جلال پاؤں گا، یعنی مَیں بالآخر نجات پاؤں گا، تو مجھے یہ تعین کرنا ہو گا کہ مَیں راست باز ٹھہرایا گیا ہوں یا نہیں۔ اگر مَیں راست باز ٹھہرایا گیا ہوں تو مَیں جانتا ہوں کہ مَیں جلال پاؤں گا۔ اگر مَیں اب راست باز ٹھہرایا گیا ہوں تو مجھے کسی فکر کی ضرورت نہیں، کیوں کہ جس نے میرے اندر نیک کام شروع کیا ہے وہ اُسے اَنجام تک بھی پہنچائے گا۔

یقین سے متعلقہ بلاہٹ

بلاہٹ کا ہمارے یقین کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اِس کے بارے میں مَیں اگلے باب میں مزید بیان کروں گا، لیکن فی الحال مَیں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ بلاہٹ جس کا ذِکر پولُس رسول رومیوں ۸:۲۹-۳۰ میں کرتا ہے اُس کا تعلق رُوح القدس کے اُس عمل سے ہے جو اِیمان اور راست باز ٹھہرائے جانے کے لئے ہمیں تیار کرتا ہے، اور اگر ہم جانتے ہیں کہ ہم نے یہ بلاہٹ پائی ہے، تو ہم جانتے ہیں کہ ہم برگزیدہ ہیں۔

لیکن ہم یہ کیسے جان سکتے ہیں کہ ہم بلائے گئے ہیں؟ پولُس رسُول اِفسیوں ۲ میں اِس کا جواب فراہم کرتا ہے:

"اور اُس نے تمہیں بھی زِندہ کِیا جب اپنے قُصُوروں اور گُناہوں کے سبب سے مُردہ تھے۔ جِن میں تم پیشتر دُنیا کی رَوِش پر چلتے تھے اور ہوا کی عمل داری کے حاکم یعنی اُس رُوح کی پیَروی کرتے تھے جو اَب نافرمانی کے فرزندوں میں تاثِیر کرتی ہے۔ اِن میں ہم بھی سب کے سب

پہلے اپنے جِسم کی خواہشوں میں زِندگی گُذارتے اور جِسم اور عقل کے اِرادے پُورے کرتے تھے اور دُوسروں کی مانِند طبعی طَور پر غضب کے فرزند تھے۔ مگر خُدا نے اپنے رحم کی دَولت سے اُس بڑی محبت کے سبب سے جو اُس نے ہم سے کی۔ جب قصُوروں کے سبب سے مُردہ ہی تھے تو ہم کو مسیح کے ساتھ زِندہ کِیا۔ (تُم کو فضل ہی سے نِجات مِلی ہے) اور مسیح یسوع میں شامِل کر کے اُس کے ساتھ جِلایا اور آسمانی مقاموں پر اُس کے ساتھ بِٹھایا۔ تا کہ وہ اپنی اُس مہربانی سے جو مسیح یِسُوع میں ہم پر ہے آنے والے زمانوں میں اپنے فضل کی بے نِہایت دَولت دِکھائے۔ کیوں کہ تم کو اِیمان کے وسیلہ سے فضل ہی سے نِجات مِلی ہے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں۔ خُدا کی بخشش ہے۔ اور نہ اَعمال کے سبب سے ہے تا کہ کوئی فخر نہ کرے۔ کیوں کہ ہم اُسی کی کارِیگری ہیں اور مسیح یِسُوع میں اُن نیک اَعمال کے واسطے مخلُوق ہُوئے جِن کو خُدا نے پہلے سے ہمارے کرنے کے لِئے تیّار کِیا تھا" (اِفسیوں ۲:۱-۱۰)۔

اِس مختصر خلاصہ میں پولُس رسُول رُوح القدس کے اُس کام پر توجہ دیتا ہے جس کے وسیلہ سے ہم "زندہ کئے جاتے ہیں" اور علمِ اِلٰہی کے اِعتبار سے ہم اِسے اپنی نئی پیدائش یا نئے سِرے سے پیدا ہونا کے طور پر سمجھتے ہیں۔ یسوع مسیح نے نیکدیمس سے کہا کہ نئے سِرے سے پیدا ہونا اِنتہائی ضروری ہے، اِس سے پہلے کہ کوئی شخص خدا کی بادشاہی کو دیکھ سکے، اُس میں داخل ہونا تو درکنار (یوحنا ۳:۳-۵)۔ اور نئی پیدائش اِس باطنی بلاہٹ کے ساتھ وابستہ ہے۔ پس جب ہم یقین کی تلاش کرتے ہیں تو ہم جان سکتے ہیں کہ ہم برگزیدوں میں شمار ہیں، کیوں کہ برگزیدگی کے بغیر رُوح القدس کا یہ کام ہماری رُوحوں میں کبھی واقع نہیں ہو سکتا۔

پس جو سب برگزیدہ ہیں وہ اِس زِندگی میں کسی نہ کسی وقت روح القدس کے وسیلہ سے نئے سِرے سے پیدا کئے جائیں گے۔ اِسی طرح جو سب نئے سِرے سے پیدا کئے گئے ہیں وہ برگزیدوں میں شمار ہیں۔ پس اگر آپ کو اپنی نئی پیدایش کا یقین ہے تو آپ کو اپنی برگزیدگی کا بھی یقین ہو سکتا ہے اور اگر آپ کو اپنی برگزیدگی کا یقین ہے تو آپ کو اپنی نجات کا بھی یقین ہو سکتا ہے۔

لہٰذا یہ نہایت اہم ہے کہ ہم سمجھیں کہ نئی پیدایش کیا ہے۔ رُوح القدس کے اِس عمل کی ماہیت کے بارے میں مسیحی دُنیا میں بہت بڑا اِبہام پایا جاتا ہے۔ اَمریکہ میں اپنے آپ کو اِیونجیلیکلز (بشارتی حلقے) کہنے والے لوگ اِس بات کے بارے میں بہت مختلف خیالات رکھتے ہیں کہ جب رُوح القدس کسی شخص کو رُوحانی موت سے رُوحانی زِندگی میں نئے سِرے سے پیدا کرتا ہے تو اُس کے ساتھ کیا واقع ہوتا ہے۔ اِسی لئے نئی پیدایش کی دُرُست تعلیم کا ہونا نہایت ضروری ہے، تاکہ ہمیں اپنی فضل کی حالت اور خدا کے ساتھ اپنے تعلق کے بارے میں کامل یقین حاصل ہو۔ پس آخری باب میں مَیں ہماری زِندگیوں میں خدائے رُوح القدس کے کام کا جائزہ لینا چاہتا ہوں، کیوں کہ یہی نجات کے حقیقی یقین کی سب سے اہم بنیاد ہے۔

پانچواں باب

کامل یقین کا سرچشمہ

گیلپ اور بارنا گروپ جیسی تنظیموں کی جانب سے لئے گئے جائزے باقاعدگی سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اَمریکہ میں کروڑوں لوگ اپنے آپ کو "نئے سِرے سے پیدا ہونے والے مسیحی" قرار دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے اُن میں سے بہت سے لوگوں کو اِس بات کی نہایت ناقص سمجھ ہے کہ نئے سِرے سے پیدا ہونے کا مطلب کیا ہے۔ اگر اُن سے پوچھا جائے تو وہ کہیں گے: "نئے سِرے سے پیدا ہونے والا مسیحی وہ ہے جس نے کسی بشارتی نوعیت کا فیصلہ کیا ہو" یا "نئے سِرے سے پیدا ہونے والا شخص وہ ہے جس نے گناہوں کی معافی کے لئے معروف بشارتی دُعا کی ہو"۔ لیکن یہ اَعمال اِس بات کی حقیقی علامت نہیں ہیں کہ کوئی شخص نئے سِرے سے پیدا ہوا ہے، کیوں کہ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اِیمان کا اِقرار کرے مگر نئے سِرے سے پیدا نہ ہوا ہو۔

نئے سِرے سے پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خدا، رُوح القدس کے مافوق الفطرت عمل کے وسیلے سے اِنسان کو تبدیل کرتا ہے۔ اِس حقیقت کو سمجھنا ہماری نجات کے یقین کے لئے نہایت اہم ہے۔

پچھلے باب میں ہم نے اِفسیوں ۲ کا مطالعہ کیا، جہاں ہم نے رُوح القدس کے وسیلہ سے نئی پیدایش سے پہلے اور اُس کے بعد ہماری حالت میں ایک واضح تقابل دیکھا۔ نئی پیدایش سے

پہلے ہم "دُنیا کی روِش پر چلتے تھے اور ہوا کی عمل داری کے حاکم یعنی اُس رُوح کی پیرَوی کرتے تھے جو اَب نافرمانی کے فرزندوں میں تاثِیر کرتی ہے۔ اِن میں ہم بھی سب کے سب پہلے اپنے جِسم کی خواہشوں میں زِندگی گُذارتے اور جِسم اور عقل کے اِرادے پُورے کرتے تھے اور دُوسروں کی مانِند طبعی طور پر غضب کے فرزند تھے" (آیت ۲-۳)۔ یہ حوالہ اُس برگشتہ اِنسان کی زِندگی کو بیان کرتا ہے جو نئے سِرے سے پیدا نہیں ہوا۔ لیکن نئی پیدایش کے بعد "اَب ہم پردیسی اور مُسافِر نہیں رہے بلکہ مقدّسوں کے ہم وطن اور خُدا کے گھرانے کے ہو گئے" (آیت ۱۹)۔

نئی پیدایش کے وقت کیا ہوتا ہے؟ رُوح القدس کے عمل کے وسیلے سے ہماری رُوحوں میں کون سی تبدیلی پیدا ہوتی ہے؟

نئی پیدایش کے بارے میں اِختلاف کا ایک حصہ دراصل گناہ کے بارے میں ہماری سمجھ کے فرق پر مرکوز ہے۔

سب اِقرار کرنے والے مسیحی اِس بات پر اِیمان رکھتے ہیں کہ اِنسان نے کسی نہ کسی طرح زوال کا تجربہ کیا ہے اور یہ کہ ہماری فطری ہیئت میں کچھ نہ کچھ بگاڑ موجود ہے۔ ہم سب اِس بات کو مانتے ہیں کہ ہم گناہ آلود مخلوق ہیں۔ لیکن اِس زوال کی شِدّت کے بارے میں بہت بڑا اِختلاف پایا جاتا ہے، یعنی اُس اَخلاقی بگاڑ کے درجے کے بارے میں جو برگشتگی کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔

کچھ مسیحی ایسے ہیں جو یہ اِیمان رکھتے ہیں کہ یقیناً اِنسان برگشتگی کا شکار ہے، لیکن رُوح میں، خواہ رُوح کتنی ہی گناہ آلود کیوں نہ ہو، ایک چھوٹا سا "راست بازی کا جزیرہ" باقی رہتا ہے جو برگشتگی سے متاثر نہیں ہوتا۔ اِسی راست بازی کے جزیرے سے اِنسان کے پاس یہ قوت باقی رہتی

ہے کہ وہ نئے سِرے سے پیدا ہونے سے پہلے خدا کے فضل کی پیشکش کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکے۔ تاہم مجھے یہ خیال کتابِ مقدّس میں کہیں بھی نہیں ملتا۔ جب ہم اپنی فطری حالت کے بارے میں کتابِ مقدّس کی تعلیم کو پڑھتے ہیں تو ہمیں ایسی تشریحات ملتی ہیں جیسے کہ "بطالت کے اِختیار میں" (رومیوں ۸:۲۱) "قصوروں اور گناہوں میں مُردہ" (اِفسیوں ۲:۱) اور "غضب کے فرزند"۔ تارِیخی طور پر کلیسیا نے اِن بیانات کو یوں سمجھا ہے کہ جو شخص نئے سِرے سے پیدا نہیں ہوا اُس میں ایک اَخلاقی میلان پایا جاتا ہے، یعنی خدا کے خلاف جھکاؤ۔ کتابِ مقدّس ہمیں بتاتی ہے کہ اپنی فطرت کے اِعتبار سے ہم خدا کے ساتھ دُشمنی رکھتے ہیں اور لفظ "دُشمنی" ایک مخالف رویّے کو بیان کرتا ہے۔ نئے سِرے سے پیدا ہونے سے پہلے ہم خدا کی باتوں کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ ہمارے اندر مسیح کے لئے کوئی حقیقی محبت نہیں ہوتی، ہمارے دِلوں میں خدا کے لئے کوئی محبت نہیں ہوتی۔ پھر ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ ہم نئے سِرے سے پیدا ہوئے ہیں؟

کیا آپ یسوع سے محبت رکھتے ہیں؟

عملی سطح پر جو لوگ اپنی نجات کے یقین کے بارے میں کشمکش کا شکار ہوتے ہیں وہ اکثر میرے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں: "مَیں کیسے جان سکتا ہوں کہ مَیں نجات یافتہ ہوں؟"۔ اِس کے جواب میں مَیں اُن سے تین سوال کرتا ہوں۔

سب سے پہلے مَیں پوچھتا ہوں: "کیا آپ یسوع سے کامل محبت رکھتے ہیں؟" جس بھی شخص سے مَیں نے یہ سوال کیا ہے اُس نے صاف گوئی سے جواب دیا ہے: "نہیں، مَیں نہیں رکھتا "۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی رُوح کی حالت کے بارے میں یقین نہیں رکھتے، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ مسیح کے لئے اُن کی محبت میں کمی ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر وہ مسیح سے کامل محبت رکھتے تو وہ

اُس کی کامل فرماں برداری کرتے۔ یسوع نے فرمایا: " اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کروگے "(یوحنا۱۴: ۱۵)۔ پس جیسے ہی ہم اُس کے کسی حکم کی نافرمانی کرتے ہیں تو یہ ہمارے لئے ایک نشان بن جاتا ہے کہ ہم اُس سے کامل محبت نہیں رکھتے۔

دُوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ یسوع سے کامل محبت نہیں رکھتا تو مَیں اُس سے پوچھتا ہوں: "کیا آپ اُس سے اُتنی محبت رکھتے ہیں جتنی رکھنی چاہیئے؟"۔ عموماً وہ شخص مجھے کچھ حیرانی سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے: "نہیں، یقیناً مَیں نہیں رکھتا"۔ یہی دُرُست بات ہے۔ اگر پہلے سوال کا جواب نہیں ہے تو دُوسرے سوال کا جواب بھی نہیں ہی ہوگا، کیوں کہ ہمیں اُس سے کامل محبت رکھنی چاہیئے، مگر ہم ایسا نہیں کرتے۔ یہی وہ کشمکش ہے جس کا ہم اپنی نجات کے بارے میں تجربہ کرتے ہیں۔

تیسرا سوال مَیں یہ کرتا ہوں: "کیا آپ یسوع سے ذرا سی بھی محبت رکھتے ہیں؟"۔ اُس شخص کے جواب دینے سے پہلے مَیں عموماً یہ اِضافہ کرتا ہوں کہ میرا سوال اُس مسیح کے بارے میں ہے جس کا ذِکر ہمیں کتابِ مقدّس کے صفحات میں ملتا ہے۔ مَیں ایسا کیوں کہتا ہوں؟

بہت سال پہلے مَیں نے کالوراڈو(Colorado) رِیاست کے شہر کالوراڈو اسپرنگز، کالوراڈو میں ینگ لائف اِنسٹیٹیوٹ میں تعلیم دی اور اُن دِنوں مَیں نے ینگ لائف کے ساتھ اور اُس کے لئے بہت کام کیا۔ جب مَیں کولوراڈو میں قیادت کی تربیت کر رہا تھا تو مَیں نے کہا: "مَیں آپ کو اِس خدمت کے ایک سنگین خطرے سے خبردار کرنا چاہتا ہوں۔ دُنیا میں نوجوانوں کی خدمت کے سلسلے میں مجھے ذاتی طور پر کسی ایسی منسٹری کا علم نہیں جو نوجوانوں کے قریب پہنچنے، اُن کے مسائل میں شریک ہونے، اُن کی مشکلات میں شامل ہونے، اُن تک وہیں

خدمت پہنچانے جہاں وہ ہیں اور اُن سے مناسب جواب حاصل کرنے میں ینگ لائف سے زیادہ مؤثر ہو۔ یہی اِس تنظیم کی سب سے بڑی قوت ہے اور یہی آپ کی سب سے بڑی کمزوری بھی ہے۔ کیوں کہ ینگ لائف، بطور ایک منسٹری، مسیحیت کو نوجوانوں کے لئے اِس قدر پُرکشش بنا دیتی ہے کہ نوجوان مسیح کی طرف رُجُوع کئے بغیر ہی ینگ لائف کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔

اِسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص خود یسوع کے بجائے یسوع کے ایک مسخ شُدہ تصوُّر سے محبت کرے۔ اِس لئے جب مَیں لوگوں سے پوچھتا ہوں: "کیا آپ یسوع سے ذرا سی بھی محبت رکھتے ہیں؟" تو میرا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ کیا وہ ایسے مسیح سے محبت رکھتے ہیں جو بچوں کا ہیرو ہو یا جو صرف ایک اچھا اَخلاقی اُستاد سمجھا جاتا ہو۔ میرا سوال اُس مسیح کے بارے میں ہوتا ہے جو کتابِ مقدّس میں ظاہر کیا گیا ہے۔

اب اگر کوئی شخص اُس تیسرے سوال کے جواب میں "ہاں" کہہ سکتا ہے تو یہی وہ مقام ہے جہاں علمِ اِلٰہی کی بات آتی ہے۔ اِس سوال پر غور کریں: "کیا یہ ممکن ہے کہ جو شخص نئے سِرے سے پیدا نہیں ہوا اُس کے دِل میں مسیح کے لئے کوئی حقیقی محبت ہو؟" میرا جواب ہے: "نہیں"۔ مسیح کے لئے محبت رُوح القدس کے کام کا نتیجہ ہے۔ یہی دراصل نئی پیدایش کا مفہوم ہے، یہی وہ کام ہے جو رُوح القدس اِنسان کو زندہ کرنے میں کرتا ہے۔ خدا رُوح القدس ہماری رُوحوں کی رغبت اور ہمارے دِلوں کے میلان کو بدل دیتا ہے۔ نئی پیدایش سے پہلے ہم خدا کی باتوں کے بارے میں سرد، مخالف، یا بے پرواہوتے ہیں (اور بے پرواہی دراصل دُشمنی کی بدترین صورت ہے) کیوں کہ ہمارے اندر اُس کے لئے کوئی سچی محبت نہیں ہوتی۔ اِس لئے کہ ہم جسمانی حالت میں ہوتے ہیں اور جسم خدا کی باتوں سے محبت نہیں کرتا۔ خدا کے لئے محبت رُوح القدس

کی نئ پیدایش بخشنے والی قدرت سے ہمارے اندر پیدا ہوتی ہے، جو خدا کی محبت کو ہمارے دِلوں میں اُنڈیل دیتا ہے (رومیوں ۵:۵)۔ پس اگر کوئی شخص میرے اِس سوال کے جواب میں "ہاں" کہہ سکتا ہے کہ کیا اُس کے دِل میں مسیح کے لئے محبت ہے، اگرچہ وہ یسوع سے اُتنی محبت نہیں رکھتا جتنی کہ رکھنی چاہئے (یعنی کامل محبت) تو یہ میرے لئے اِس بات کی دلیل ہے کہ رُوح القدس نے اُس کی رُوح میں یہ تبدیلی پیدا کرنے والا کام کیا ہے۔ ایسا اِس لئے ہے کہ اپنی جسمانی حالت میں ہمارے پاس یہ قوت نہیں ہوتی کہ ہم یسوع مسیح کے لئے کوئی حقیقی محبت خود سے پیدا کر سکیں۔

نئ پیدایش کے بارے میں ایک غلط تصوّر

نئ پیدایش کے بارے میں بعض ایسے نظریات بھی پائے جاتے ہیں جو آپ کو اِس قِسم کا یقین نہیں دیتے۔ آج کے اِیونجیلیکل حلقوں میں نئ پیدایش کے بارے میں ایک بہت مقبول نظریہ، یہ ہے کہ نئ پیدایش کے وقت رُوح القدس صرف آپ کی زندگی میں آجاتا ہے اور وہ آپ کے اندر سکونت کرتا ہے۔ لیکن اِس نظریے کے مطابق نئ پیدایش کے بعد بھی آپ کو رُوح القدس کا جواب دینا ہوتا ہے، اُس کے ساتھ مِل کر چلنا ہوتا ہے اور اُسے اپنی زندگی کا حاکم بنانا ہوتا ہے، کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص نئے سِرے سے پیدا ہوا ہو، رُوح القدس اُس کے اندر سکونت کرتا ہو، مگر پھر بھی وہ کبھی فرماں برداری کا کوئی پھل ظاہر نہ کرے۔ آپ وہ بن سکتے ہیں جسے بعض لوگ "نفسانی مسیحی" کہتے ہیں۔

جب نیا عہد نامہ لفظ "نفسانی" اِستعمال کرتا ہے تو اِس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اِبتدا میں ہم سراسر نفسانی ہوتے ہیں۔ جب ہم جسم کی حالت میں ہوتے ہیں تو رُوح القدس ہمارے دِلوں

کے میلان کو بدل دیتا ہے۔ وہ جسمانی فطرت کو فوراً ختم نہیں کر دیتا، نفسانی پہلو بدستور ہمارے خلاف جنگ کرتا رہتا ہے۔ پوری مسیحی زِندگی کے دوران جسم رُوح کے ساتھ بر سرِ پیکار رہتا ہے اور ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ کبھی ہم زیادہ اور کبھی کم نفسانی ہوتے ہیں (گلتیوں ۵:۱۷)۔ اِس بات پر کوئی اِختلاف نہیں۔ تاہم بعض لوگ "نفسانی مسیحی" کی اِصطلاح اُس شخص کے لئے اِستعمال کرتے ہیں جو رُوح القدس کی موجودگی کے باوجود تبدیل نہیں ہوتا۔ جب یہ اِصطلاح اِس معنی میں اِستعمال کی جاتی ہے تو یہ کسی مسیحی کو نہیں بلکہ اُس شخص کو ظاہر کرتی ہے جو نئے سِرے سے پیدا نہیں ہوا۔

پس مَیں نئی پیدایش کے اِس نظریے کو بالکل ردّ کرتا ہوں، کیوں کہ اِس میں سرے سے کوئی نئی پیدایش ہی نہیں پائی جاتی۔ اِس لئے کہ اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ رُوح القدس اِنسان کی زِندگی میں آ جاتا ہے، مگر وہ فضل کا ایسا مافوق الفطرت کام پیدا نہیں کرتا جو رُوح کے میلان اور رغبت کو بدل دے۔ اِنسان اپنی رُوح میں ویسا ہی رہتا ہے جیسا وہ رُوح القدس کے آنے سے پہلے تھا۔ یہ بات سمجھنا نہایت اہم ہے کہ نئی پیدایش وہ کام ہے جو رُوح القدس اَنجام دیتا ہے اور جو حقیقتاً اِنسان کو بدل دیتا ہے۔ یہ اُس کی رُوح کے میلان ہی کو تبدیل کر دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص واقعی نئے سِرے سے پیدا ہوا ہے اور اِیمان کو ظاہر کرتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی نہ کسی حد تک فرماں برداری کا پھل پیدا نہ کرے۔

رُوح القدس کا بیعانہ

ہم دیکھ چکے ہیں کہ نئی پیدایش رُوح القدس کا وہ کام ہے جس کے وسیلے سے رُوح کا میلان بدل جاتا ہے۔ لیکن رُوح القدس صرف نئی پیدایش کے وسیلے سے ہی ہمیں نہیں بدلتا بلکہ

وہ اَور بھی ایسے کام کرتا ہے جو ہماری نجات کے یقین کے لئے اہم ہیں۔ ۲۔ کرنتھیوں ۵:۱-۵ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ جب ہمارا خیمہ کا گھر جو زمین پر ہے گرایا جائے گا تو ہم کو خُدا کی طرف سے آسمان پر ایک اَیسی عِمارت مِلے گی جو ہاتھ کا بنا ہُوا گھر نہیں بلکہ اَبدی ہے۔ چناں چہ ہم اِس میں کراہتے ہیں اور بڑی آرزُو رکھتے ہیں کہ اپنے آسمانی گھر سے مُلبّس ہو جائیں۔ تا کہ مُلبّس ہونے کے باعِث ننگے نہ پائے جائیں۔ کیوں کہ ہم اِس خیمہ میں رہ کر بوجھ کے مارے کراہتے ہیں۔ اِس لِئے نہیں کہ یہ لِباس اُتارنا چاہتے ہیں بلکہ اِس پر اَور پہننا چاہتے ہیں تا کہ وہ جو فانی ہے زِندگی میں غرق ہو جائے۔ اور جِس نے ہم کو اِس بات کے لِئے تیّار کِیا وہ خُدا ہے اور اُسی نے ہمیں رُوح بیعانہ میں دِیا"۔

بائبل کے بعض دُوسرے تراجم میں لفظ "ضمانت" کے لئے "بیعانہ" کا لفظ اِستعمال کیا گیا ہے۔ یہاں جو زبان اِستعمال ہوئی ہے وہ قدیم یونانیوں کی تجارتی دُنیا سے لی گئی ہے۔ آج کل بطورِ اِسم یہ لفظ "بیعانہ" ہمیں زیادہ تر جائیداد کی خرید و فروخت کے معاملے میں سُننے کو ملتا ہے۔ اگر آپ کسی گھر کو خریدنے میں دِلچسپی رکھتے ہوں اور اِبتدائی معاہدہ کرنا چاہیں تا کہ فروخت کرنے والے اُس گھر کو فروخت کے لئے پیش کرنا بند کر دیں تو وہ آپ سے ایسی رقم دینے کو کہیں گے جسے بعض لوگ "بیعانہ کی رقم" کہتے ہیں۔ وہ اُن لوگوں کے ساتھ کسی بھی طرح کا معاملہ طے نہیں کرنا چاہتے جو صرف گھر خریدنے کا اِرادہ ظاہر کر رہے ہوں، بلکہ وہ ایسے لوگوں کو چاہتے ہیں جو اِس معاملے میں "بیعانہ" دینے والے ہوں، یعنی وہ لوگ جو واقعی سنجیدہ ہوں۔ ۲۔ کرنتھیوں ۵:۵ میں خیال یہ ہے کہ جب رُوح القدس ہمیں نئے سِرے سے پیدا کرتا ہے تو وہ نہ صرف

ہمارے دِلوں کی رغبت اور ہماری رُوحوں کے میلان کو بدل دیتا ہے بلکہ ہمارے لئے بیعانہ، یعنی مکمل اور آخری ادائیگی کی ضمانت بھی بن جاتا ہے۔

جب مَیں کوئی چیز قسطوں پر خریدتا ہوں تو مجھے پہلے ایک اِبتدائی رقم ادا کرنا پڑتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ معاہدے کرتے ہیں، چند قسطیں ادا کرتے ہیں اور پھر اپنے وعدے سے پھر جاتے ہیں۔ بعض اوقات کسی شخص کا گھر ضبط کر لیا جاتا ہے یا اُس کی گاڑی واپس لے لی جاتی ہے، کیوں کہ وہ معاہدے کی شرائط پوری نہیں کرتا۔ اِبتدائی ادائیگی کے ذریعے وہ پوری رقم ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے، لیکن لوگ ہمیشہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے۔ لیکن جب خدا کسی چیز پر اِبتدائی ادائیگی کرتا ہے تو وہ اِبتدائی ادائیگی اُس کا کلام ہوتی ہے۔ یہ اُس کا وعدہ ہوتا ہے کہ وہ حقیقتاً پوری رقم ادا کرے گا۔ پولُس یہی زبان اِستعمال کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ جب ہم رُوح سے پیدا ہوتے ہیں تو رُوح القدس نہ صرف ہمارے دِلوں، ہماری رُوحوں اور ہماری مرضی کو بدل دیتا ہے بلکہ وہ ہمیں پختہ یقین بھی دیتا ہے، یعنی یہ ضمانت کہ ہماری نجات کی کاملیت ضرور پوری ہو کر ظاہر ہو گی۔

لوگ اِس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں جب وہ کہتے ہیں: "اچھا، آج تو شاید مَیں نجات یافتہ ہوں، لیکن کل اِسے کھو بھی سکتا ہوں"۔ یہ بات اُس بائبلی سچائی کو نظر انداز کرتی ہے کہ خدا جس کام کو شروع کرتا ہے اُسے مکمل بھی کرتا ہے۔ جب وہ اِبتدائی ادائیگی کرتا ہے تو باقی پوری ادائیگی بھی ضرور ہو گی، یہ ضمانت کے ساتھ ہے۔ یہی ہمارے یقین کے لئے ایک مضبوط بنیاد ہے۔

خدا بادشاہ کی مُہر

آیئے اِس بار ۲۔ کرنتھیوں پہلے باب میں سے ایک اَور مثال لیتے ہیں:

"اور اِسی بھروسے پر مَیں نے یہ اِرادہ کیا تھا کہ پہلے تمہارے پاس آؤں تا کہ تمہیں ایک اَور نعمت مِلے۔ اور تمہارے پاس ہو تا ہُوا مکِدُونیہ کو جاؤں اور مکِدُونیہ سے پھر تمہارے پاس آؤں اور تم مُجھے یہُودیہ کی طرف روانہ کر دو۔ پَس مَیں نے جو یہ اِرادہ کِیا تھا تو کیا تلّوُن مِزاجی سے کِیا تھا؟ یا جِن باتوں کا قصد کرتا ہُوں کیا جِسمانی طَور پر کرتا ہُوں کہ ہاں ہاں بھی کرُوں اور نہیں نہیں بھی کرُوں؟ خُدا کی سَچّائی کی قَسم کہ ہمارے اُس کلام میں جو تم سے کِیا جاتا ہے ہاں اور نہیں دونوں پائی نہیں جاتیں۔ کیوں کہ خُدا کا بیٹا یِسُوع مسیح جِس کی منادی ہم نے یعنی مَیں نے اور سِلوانُس اور تِیمُتھِیُس نے تم میں کی اُس میں ہاں اور نہیں دونوں نہ تھِیں بلکہ اُس میں ہاں ہی ہاں ہُوئی۔ کیوں کہ خُدا کے جتنے وعدے ہیں وہ سب اُس میں ہاں کے ساتھ ہیں۔ اِسی لِئے اُس کے ذرِیعہ سے آمِین بھی ہُوئی تا کہ ہمارے وسیلہ سے خدا کا جلال ظاہِر ہو"۔

پولُس رسول یہاں کیا کہہ رہا ہے؟ بس یہ کہ خدا اپنے وعدوں میں غیر متزلزل ہے۔ وہ "ہاں" اور "نہیں" نہیں کہتا۔ پولُس رسول کے مطابق اُس کے سب وعدے خدا کے اِلٰہی کردار پر مضبوطی سے قائم ہیں۔

پھر پولُس رسول مزید بیان کرتا ہے: "اور جو ہم کو تمہارے ساتھ مسیح میں قائِم کرتا ہے اور جِس نے ہم کو مسح کِیا وہ خُدا ہے۔ جِس نے ہم پر مُہر بھی کی اور بیعانہ میں رُوح کو ہمارے دِلوں میں دِیا"۔ یہاں پھر وہی بات آتی ہے، یعنی رُوح کی ضمانت۔ لیکن ہمارے پاس صرف رُوح کی ضمانت یا بیعانہ ہی نہیں، بلکہ پولس ہمیں بتاتا ہے اور اِس خیال کو وہ بعد میں اِفسیوں کے خط میں

بھی دُہراتا ہے کہ ہم پر رُوح القدس کے وسیلے سے مُہر کی گئی ہے۔ ''مُہر'' کے لئے یونانی لفظ ''سفراگِس'' (σφραγίς) ہے۔

ممکن ہے آپ نے قرونِ وسطیٰ کی ایسی فلمیں دیکھی ہوں جن میں بادشاہوں کے مختلف رواج دِکھائے جاتے ہیں۔ جب کوئی بادشاہ کسی فرمان کو دیہات میں آویزاں کرنے کے لئے بھیجتا تھا تو اُس اِعلان پر موم کی مُہر لگا دی جاتی تھی۔ وہ مُہر بادشاہ کی علامت ہوتی تھی، جو اُس کی انگوٹھی کی مُہر پر مبنی ہوتی تھی۔ اُس کی انگوٹھی کی مُہر کے اندر ایک خاص نقش یا شکل کندہ ہوتی تھی جو اُس کے دستخط کی علامت پر مشتمل ہوتی تھی۔ پس اگر کسی دستاویز، اعلان یا فرمان پر بادشاہ کی مُہر والی انگوٹھی سے لگائی گئی موم کی مُہر ہوتی تھی تو وہ اُس کی اصلیت کی ناقابلِ تردِید شہادت سمجھی جاتی تھی۔ پولُس رسول یہاں ۲۔ کرنتھیوں میں ہمیں بتاتا ہے کہ کائنات کا بادشاہ اپنے لوگوں میں سے ہر ایک کی رُوح پر اپنی اَنمٹ مُہر لگا دیتا ہے۔ وہ نہ صرف ہمیں ایک پختہ ضمانت دیتا ہے بلکہ ہم پر مخلصی کے دِن کے لئے مُہر بھی کر دیتا ہے۔

رُوح القدس کی باطنی گواہی

آخرکار رومیوں ۸ باب میں ہم یہ حوصلہ اَفزا اَلفاظ پڑھتے ہیں:

''اِس لئے کہ جتنے خُدا کے رُوح کی ہِدایت سے چلتے ہیں وُہی خُدا کے بیٹے ہیں۔ کیوں کہ تم کو غُلامی کی رُوح نہیں مِلی جِس سے پِھر ڈر پَیدا ہو بلکہ لے پالک ہونے کی رُوح مِلی جِس سے ہم ابّا یعنی اَے باپ کہہ کر پُکارتے ہیں۔ رُوح خُود ہماری رُوح کے ساتھ مِل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں۔ اور اگر فرزند ہیں تو وارِث بھی ہیں یعنی خُدا کے وارِث اور مسیح کے ہم مِیراث بشرطیکہ ہم اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھائیں تاکہ اُس کے جلال بھی پائیں'' (رومیوں ۸: ۱۴-۱۷)۔

جب ہم اپنی زِندگیوں اور اپنے دِلوں کا جائزہ لیتے ہیں، رُوح کے پھل (گلتیوں ۵:۲۲-۲۴) کو دیکھتے ہیں اور اپنی زندگیوں میں آنے والی تبدیلی پر غور کرتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر اور اپنے وسیلہ سے ہونے والی باتوں کا اندازہ لگانے میں دِیانت داری سے کام لینا چاہئے۔ لیکن آخر کار ہماری نجات کے یقین کی مضبوط بنیاد رُوح القدس کی باطنی گواہی سے آتی ہے، کیوں کہ وہ ہمارے اندر ہماری رُوحوں کے ساتھ مِل کر یہ گواہی دیتا ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں۔

ہم کیسے جانیں کہ ہماری رُوح میں یہ گواہی روح القدس کی طرف سے ہے نہ کہ کسی بدرُوح کی طرف سے ؟ رُوح القدس ہمارے دِلوں میں کس طرح اِس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں ؟ رُوح القدس کلام کے وسیلے سے ہماری رُوحوں کے ساتھ گواہی دیتا ہے۔ جتنا ہم کلام سے دُور ہوتے جاتے ہیں اُتنا ہی اِس زندگی میں ہمارا یقین کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور جتنا ہم خدا کے کلام میں مشغول رہتے ہیں اُتنا ہی روح القدس، جس نے کلام کو اِلہام بخشا اور جو اِسے ہمارے لئے روشن کرتا ہے، اِسی کلام کے وسیلہ سے ہماری رُوحوں میں اِس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ہم واقعی اُس کے ہیں اور حقیقتاً خدا کے فرزندوں میں شامل ہیں۔

مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول لیگنئیر منسٹریز کے بانی، سینٹ اینڈریوز چیپل، سانفورڈ، فلوریڈا میں منادی اور تعلیم کے پہلے خادم، رِیفار میشن بائبل کالج کے پہلے صدر اور ٹیبل ٹاک رِسالہ کے اِنتظامی مدیر تھے۔ اُن کا ریڈیو پروگرام: "Renewing Your Mind" آج بھی دُنیا بھر کے سینکڑوں ریڈیو اسٹیشنوں پر روزانہ نشر ہوتا اور آن لائن بھی سنا جا سکتا ہے۔ وہ ایک سو سے زائد کتب کے مصنف تھے، جن میں: The Holiness of God, Chosen by God, and Everyone's a Theologian. شامل ہیں۔ وہ کلامِ مقدّس کی لاخطایت کے مدلل دِفاع اور خدا کے لوگوں کی جانب سے اُس کے کلام پر یقین اور اِستقامت کے ساتھ قائم رہنے کی ضرورت کے سبب دُنیا بھر میں پہچانے جاتے تھے۔

مَیں حقیقی یقین کیسے حاصل کر سکتا ہوں؟

آج کلیسیا میں بہت سے لوگ اپنی نجات کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ تاہم نہ صرف یہ کہ مسیحیوں کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ یقین رکھیں کہ وہ نجات یافتہ ہیں، بلکہ یہ اُن کا فرض بھی ہے کہ وہ اپنی بلاہٹ اور برگزیدگی کو یقینی بنائیں (۲۔ پطرس ۱:۱۰)۔

اِس کتابچہ میں ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول اِیمان داروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ اِس مقصد تک پہنچ سکیں۔ مختصر اور قابلِ فہم اَبواب میں وہ یقین کی تعریف کرتے ہیں، بتاتے ہیں کہ ہم اِسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں، اُس کی برکات کو واضح کرتے اور جھوٹے یقین کے خطرات سے آگاہ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول لیگونیئر منسٹریز کے بانی، سینٹ اینڈریوز چیپل، سانفورڈ، فلوریڈا میں منادی اور تعلیم کے پہلے خادم اور رِیفارمیشن بائبل کالج کے پہلے صدر تھے۔ وہ ایک سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے، جن میں "دی ہولینس آف گاڈ" بھی شامل ہے۔

لیگنیئر لائبریری

UCRT
URDU CENTER FOR
REFORMED THEOLOGY
اُردو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی